مدحتِ رسولِ اکرم

دکنی غزلوں میں

محمد علی اثر

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

مدحتِ رسولِ اکرم ﷺ

دکنی غزلوں میں

محمد علی اثر

نشاط پبلشرز 20-4-226/9 چوک، حیدرآباد-2
Ph: 040-24560338

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : مدحت رسول اکرم ﷺ
دکنی غزلوں میں

مصنف : پروفیسر محمد علی اثرؔ شعبۂ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی،
ویمنس کالج۔ کوٹھی، حیدرآباد۔95

سال اشاعت : جنوری 2009ء

کمپوزنگ : ممتاز کمپیوٹرس 20-3-866 رحیم منزل، شاہ گنج، حیدرآباد۔2
فون: 24577739، 9848615340، 9849341686

مطبع : دائرہ آفسٹ پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد۔2

ناشر : نشاط پبلشرز، 20-4-226/9 محبوب چوک، حیدرآباد-500002
فون: 24560338 -040

قیمت : تیس روپے

طباعت زیر اہتمام : ڈاکٹر م۔ق۔سلیم

Midhat-e-Rasool-e-Akram ﷺ
Deccani Ghazloun Main

Written by : **Prof. Mohd Ali Asar**
Dept. of Urdu Osmania Unversity
College for Women Kothi Hyd-95

Price : Rs.30/-

Publisher : **Nishath Publishers**
20-4-226/9, Chowk, Hyd -2
Ph: 040-24560338

انتساب

عادل اور سہیل کے نام

میری دو آنکھیں ہیں میرے بیٹے عادل اور سہیل
نام ان کے کر رہا ہوں میں اثرؔ یہ انتساب

محمد علی اثرؔ

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ و مادّہ ہائے تاریخ بر کتاب "مدحتِ رسولِ اکرمؐ دکنی غزلوں میں"

تصنیف برادرم محمد علی آثر (پروفیسر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد)

○

نعتِ نبیؐ بہ دکن زندہ آثر

1430ھ

✿

نعتِ بُنتِ غزل، منقلب خوبتر

2009ء — 1430ھ

✿

ڈھن غزل رس دکن، مسک شیریں ثمر

1430ھ — 1430ھ

✿

منتظر تاج یہ، ہے اثر جی اثر

2009ء — 1430ھ

✿

نعتِ مدحت غزل، آبِ کوثر اثر

2009ء — 1430ھ

✿

شاہ یوں رُت غزل، فطرتِ مفتخر

2009ء — 2009ء

✿

ارتعاشِ غزل، جاگ نور نظر

2009ء — 1430ھ

✿

امتثالِ غزل، زود اثر معتبر

2009ء — 1430ھ

✿

روح خوش مصرعے، زود تاریخ بر

1430ھ — 1430ھ

✿

جارِ تاریخ ہے، شاہ کاتب اثر

1430ھ — 1430ھ

نتیجۂ فکر: پروفیسر شاہ حسین نہری۔ اورنگ آباد دکن

ترتیب

✿ دکنی شاعری کے فروغ میں صوفیاء کی خدمات 7

✿ خواجہ بندہ نوازؒ بحیثیت نعت گو 9

✿ دکنی اردو میں صنف غزل کی مقبولیت 11

✿ دکنی غزل کا پہلا نعت گو شاعر۔ محمد قلی 12

✿ شاہ سلطان ثانی 16

✿ عبداللہ قطب شاہ 17

✿ قطب شاہی دور کی نعتیہ شاعری کا جائزہ 21

✿ بیجاپور کے نعت گو شعرا 21

✿ حسن شوقی 22

✿ شاہ معظم 22

✿ قاضی محمود بحری 28

✿ جان محمد محرمی 29

✿ شاہ عالم شغلی 29

✿ ولی اورنگ آبادی 30

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

- سید محمد فراقی 31
- داؤد اورنگ آبادی 33
- شاہ تراب چشتی 35
- شاہ سراج اورنگ آبادی 36
- شاہ قاسم علی قاسم اورنگ آباد 36
- شاہ ابوالحسن قربی ویلوری 38
- محمد باقر آگاہ ویلوری 39
- شاہ صادق اورنگ آبادی 40
- سید شاہ کمال کڈپوی 40
- سید شاہ غلام عبدالقادر فی الحال کرنولی 41
- عمومی جائزہ 42
- حوالے وحواشی 44
- ہدیۂ تشکر 48

مدحتِ رسولِ اکرم ﷺ

دکنی غزلوں میں

ہماری ادبی اور تہذیبی تاریخ کی جڑیں عہدِ ماضی میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دکنی ادب سے مراد ہمارا وہ ادبی اور تہذیبی ورثہ ہے جو آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے، تدریجی طور پر، دکن کے مختلف ادبی مراکز، جیسے گلبرگہ، بیدر، گولکنڈہ، بیجاپور اور اورنگ آباد کے علاقوں میں نشوونما پاتا رہا۔ دنیا کی دیگر بڑی زبانوں کی طرح دکنی اردو میں بھی نثر کے علی الرغم، نظم کی تخلیق پہلے ہوئی۔ شاعری کے میدان میں سب سے پہلے مذہبی مبلغین اور صوفیائے عظام نے قدم رکھا۔ ان بزرگوں نے، مختلف گیتوں، نظموں اور چکی ناموں کی صورت میں صوفیانہ شاعری کا بیج بویا جو دیکھتے ہی دیکھتے اردو شاعری کے ایک شجرِ سایہ دار کی شکل اختیار کر گیا۔

قدیم دکنی میں صوفیانہ شاعری کے اولین نقوش کب ابھرنے شروع ہوئے اس کا قطعی طور پر تعین مشکل ہے۔ بہمنی عہد کا وہ دور جس میں دکنی زبان میں تصنیف وتالیف کی روایت پڑنی شروع ہوئی، تاریخ ادب کا ایک تاریک دور ہے۔ اس دور کی عام تاریخ کے بارے میں کافی مواد قدیم تذکروں اور تاریخوں میں مل جاتا ہے۔ لیکن قدیم تاریخیں بالعموم زبان اور شعروادب کے تذکرے سے عاری ہوتی ہیں۔ اور پھر جہاں تک اس دور کی دکنی شاعری کا تعلق ہے۔ وہ ایک ایسی زبان کی شاعری ہے جو پہلی مرتبہ بولی کے مرحلے سے آگے بڑھ کر زبان کی منزل میں داخل

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

ہو رہی تھی۔ اس لیے فطری طور پر اس دور کے مصنفین اور مورخین نے اس جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ قدیم دکنی کی اولین تحریریں، دنیا کی اکثر زبانوں کے اولین تحریری نمونوں کی طرح صوفیوں اور مذہبی رہنماؤں کی تحریریں ہیں۔ موجودہ معلومات کی روشنی میں حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودراز (۷۲۱ھ/۱۳۱۲ء۔۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء) دکنی کے پہلے شاعر اور نعت گو بھی تھے۔ خواجہ صاحب عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھے اور ان زبانوں میں متعدد تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ ایک عرصے تک ان سے منسوب رسالے ''معراج العاشقین'' کی وجہ سے انھیں دکنی اردو کے پہلے نثر نگار کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ اس کتاب کو بابائے اردو مولوی عبدالحق کے علاوہ ڈاکٹر خلیق انجم اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے بھی مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے مشہور محقق ڈاکٹر حفیظ قتیل نے معراج العاشقین کی اندرونی شہادتوں کی مدد سے اس کتاب کے خواجہ صاحب سے انتساب کو غلط ٹھہرایا۔ ڈاکٹر قتیل کی تحقیق کے مطابق مذکورہ بالا کتاب دراصل بیجاپور کے ایک اور صوفی حضرت مخدوم شاہ حسینی بلکانوری کی تصنیف ''تلاوت الوجود'' کی تلخیص ہے۔ اور پھر اس کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی نے خواجہ صاحب سے منسوب تمام منظوم اور منثور دکنی رسائل کی بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے تغلیط کر دی۔ اور اپنی مرتبہ مثنوی' نظامی'' کدم راو پدم راو'' کو اردو کی پہلی مثنوی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نعت پر تحقیقی و تنقیدی کام کرنے والے اکثر محققین نے دکنی کے نعت گو شعراء میں اولیت کا سہرا'' کدم راو پدم راو'' کے مصنف نظامی کے سر باندھا ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر ریاض مجید نے اردو کے پہلے نعت گو کا اعزاز فخرالدین نظامی کو عطا کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جو اب تک دریافت ہوئی ہے فخرالدین نظامی کی ''کدم راو پدم راو'' ہے۔ لہٰذا اردو نعت کے اولین، باقاعدہ اور مستند نمونے کی تلاش میں ہمیں سب سے پہلے اسی مثنوی سے رجوع کرنا پڑتا ہے''(۱)۔

پروفیسر محمد اکرام رضا نے نظامی بیدری کی زبان کو خواجہ صاحب کی زبان سے قدیم تصور کرتے

ہوئے لکھا ہے۔

''کدم راو پدم راو'' میں موجود نعت قدیم اردو کا نمونہ ہے اس میں ہندی اور سنسکرت کے الفاظ عام ہیں جب کہ خواجہ گیسودراز کی نعت ان کی نسبت زیادہ عام فہم اور روزمرہ سے زیادہ قریب ہے(۲)۔ اسی طرح حفیظ تائب نے ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتبہ مثنوی کے حوالے سے لکھا ہے۔

''ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''کدم راو پدم راو'' کے مقدمے میں تفصیلی بحث کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ خواجہ گیسودراز سید اکبر حسینی (کذا) کی کوئی اردو تصنیف نہیں لہٰذا فخر الدین کی مثنوی'' کدم راو پدم راو'' میں حمد کے بعد آنے والے نعتیہ اشعار کو اردو کا پہلا مستند نمونہ سمجھا جاتا ہے''(۳)۔

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے منسوب نثری رسائل ''معراج العاشقین''، ''ہدایت نامہ''، ''شکار نامہ'' وغیرہ کو اگر ان کی تصانیف نہ بھی مانا جائے تو شاعر کی حیثیت سے ان کی مختلف النوع منظومات اور صوفیانہ گیتوں کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مولوی عبدالحق، ڈاکٹر زور، مولوی نصیر الدین ہاشمی، مولوی سخاوت مرزا اور ڈاکٹر جمال شریف نے خواجہ بندہ نواز کی شاعری کے نمونے پیش کرتے ہوئے ان کو اردو کا پہلا شاعر تسلیم کیا ہے۔ ان نمونوں میں حضرت کے نعتیہ اشعار بھی شامل ہیں۔ ذیل میں حضرت بندہ نواز کی مختلف النوع منظومات سے صرف نعتیہ اشعار کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں ؎

اے محمدؐ ہجلو جم جم جلوہ تیرا   ذات تجلّی ہووے گی سیس سپدر نہ تیرا
واحد اپی آپ تھا سیس آپ نجھایا   پرگٹ جلوے کارنے الف میم ہوآیا(۴)

مثلث

او معشوق بے مثال نور نبیؐ نپایا
نورِ نبیؐ رسول کا میرے جیومیں بھایا
اپس کوں اپیں دکھانے کیسی آرسی لایا(۵)

نام لے اللہ محمدؐ کا اوّل — کب کا سب کوں کہوں برمحل(۶)

پانی میں نمک ڈال نمک دیک ناد سے — جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا کسے

یوں کھوئی خودی اپنی خدا سات محمدؐ — جب گھل گئی خودی تو خدا بن نہ کوئی دسے(۷)

الف اللہ اس کا دستا — میانے محمدؐ ہوکر بستا

سچے طلب یوں کو دستا — گے مابسم اللہ ہو ہو اللہ(۸)

(چکی نامہ)

لولاک خلقت الافلاک خالق پالاے

فاضل افضل جیتے مرسل ساجد سجود ہوآے

امت ، رحمت ، بخشش ہدایت تشریف لاے(۹)

نعت گوئی کے ان قدیم ترین نمونوں سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ قدیم دکنی کا پہلا نعت گو فخر الدین نظامیؔ مصنف مثنوی ''کدم راو پدم راو'' نہیں بلکہ حضرت بندہ نواز گیسودراز ہیں۔دکنی اردو کے صوفی شعراء اور مبلغین اسلام عربی اور فارسی زبانوں پر غیر معمولی عبور رکھتے تھے لیکن اپنا پیغام عوام تک پہنچانے کے لیے مقامی بول چال کی زبان دکنی کو انھوں نے اپنی تقریر اور تحریر کا ذریعہ بنایا۔دوسرے الفاظ میں مذہب کے زیر اثر قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے ترجمے' تفاسیر اور فقہی مسائل کی تفہیم وتلقین سے لے کر سرور کائنات' فخر موجودات حضرت محمدؐ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان تک ابتداء ہی سے ملتا ہے۔سیرت نگاری کے موضوعات میں حضور اکرمؐ کے فضائل وشمائل' میلاد ومعراج اور معجزات ومغازی سبھی شامل ہیں۔

نعت' اردو شاعری کی سب سے قدیم صنف ہے۔جو نظم' غزل' قصیدہ' مثنوی' رباعی' مثلث' مخمس' مسدس جیسی قدیم ہیئتوں کے علاوہ دوہا' ہائیکو' سانیٹ نثری نظم جیسی جدید ہیئتوں میں بھی لکھی جاسکتی ہے۔اس صنف سخن کی موضوعی شناخت پہلے ہے اور ہیئتی شناخت' ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔جہاں تک اردو ادب کے دکنی دور میں نعتیہ شاعری کے فروغ وارتقاء کا تعلق

ہے۔بہمنی' قطب شاہی' عادل شاہی اور مغلیہ ادوار میں صنفِ نعت پر جس قدر طبع آزمائی کی گئی اور حضور اکرمؐ کے فضائل ومحامد اور سیرت طیبہ کے بیان میں جس قدر رنگا رنگ گل ہائے عقیدت پیش کیے گئے تاریخ ادب اردو کے کسی بھی دور میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اردو ادب کا دکنی دور دراصل مثنویوں کا دور ہے۔دکنی اردو کے کم وبیش تمام شاعروں نے مختلف النوع موضوعات پر چھوٹی بڑی سینکڑوں مثنویاں لکھی ہیں اور ان میں سے شاید ہی کوئی مثنوی ایسی ہو جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد نعتِ رسولِ اکرم کا اہتمام نہ کیا گیا ہو۔یہاں اس بات کا انکشاف خالی از دلچسپی نہ ہوگا دکنی کی متعدد مثنویاں ابھی تک غیر مطبوعہ حالت میں ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ یورپ وامریکہ کے ذخیرۂ مخطوطات میں بکھری ہوئی ہیں اور ان مثنویوں میں سے بیشتر ایسی ہیں جو صرف ومحض حضورؐ کی سیرت وفضائل کے کسی نہ کسی پہلو کو منور کرتی ہیں۔

اردو کی نعتیہ شاعری کے فروغ میں دکنی مثنوی کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس نے لکھا ہے۔

''(دکنی) مثنویوں کے نعتیہ اشعار سے دیگر شعراء کو نعت کہنے کی تحریک ملی جس کے نتیجے میں دیگر اصنافِ سخن مثلاً غزل' قصیدہ' رباعی وغیرہ میں بھی نعتیہ مضامین کی شمولیت ہونے لگی۔دکنی مثنویوں میں شعراء نے نعتیہ شاعری کی اتنی جہتیں اور اتنے امکانات روشن کیے ان کے اقران واعقاب کے لیے ان کی روشنی میں نئے رنگ چمکانے نئے پہلو اور نئے اسالیب ایجاد کرنا آسان ہوگیا''(۹)۔

جہاں تک صنفِ غزل کی محبوبیت اور ہر دل عزیزی کا تعلق ہے ہر زمانے میں لوگ اس سے دلچسپی لیتے رہے اور ہر عہد میں اس کے سر پر مقبولیت کا تاج رکھا گیا۔اس نے خواص کو بھی اپنا گرویدہ بنایا اور عوام کے دلوں میں بھی گھر کیا ہے اور حال وقال کی محفلوں میں بھی ہنگامے برپا کیے ہیں۔خانقاہوں اور سماع کی محفلوں سے محلاتِ شاہی تک اور دربار شاہی سے بازاروں تک

ہر جگہ اس صنف سخن کے فدائی وشیدائی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رشید احمد صدیقی نے غزل کو اردو شاعری کی آبرو کہا ہے۔

دکنی متغزلین کی نعت گوئی کا جائزہ لینے سے قبل اس بات کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دو ایک مستثنیات کو چھوڑ کر دکنی کے تقریباً تمام صاحبِ دیوان شاعروں نے اپنی نعت گوئی کا کمال یا تو مثنویوں اور قصائد میں دکھایا ہے یا پھر رباعی کی صنف میں مثلاً غواصیؔ، علی عادل شاہ شاہیؔ، نصرتیؔ، ہاشمیؔ کے مطبوعہ دواوین میں کوئی نعتیہ شعر موجود نہیں۔ راقم الحروف نے اس مضمون میں صرف ان شعراء کی نعت گوئی پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جنھوں نے غزل کی ہیئت میں نعتیں تخلیق کی ہیں۔

بہمنی دور کے غزل گو شاعروں میں لطفیؔ، مشتاقؔ، قریشیؔ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ لیکن ان کے کلام میں کوئی نعتیہ شعر نہیں ملتا۔ اسی طرح قطب شاہی دور کے اولین متغزلین فیروزؔ، محمودؔ اور ملا خیالیؔ کا کلام بھی نعتیہ اشعار سے عاری ہے۔

غزل کی ہیئت میں سب سے پہلے نعت لکھنے کا سہرا اردو کے پہلے صاحب دیوان سلطان محمد قلی قطب شاہ کے سر ہے۔ محمد قلی قطب شاہ مملکت گولکنڈہ کا پانچواں حکمران، شہرِ حیدرآباد فرخندہ بنیاد کا بانی چار مینار کا موسس، دکنی تہذیب وتمدن کا معمار اور رعایا پرور بادشاہ ہونے کے علاوہ رقص وسرود اور شعر وشراب کا دلدادہ بھی تھا۔ دکنی غزل پر اس نے سب سے پہلے باقاعدہ طور پر طبع آزمائی کی تھی۔ وہ خواجہ حافظ شیرازی کا پہلا مترجم بھی ہے۔ اس نے حافظؔ کی پچاس غزلوں کا دکنی اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ محمد قلی کا مکمل دیوان عہد قدیم ہی میں اس کے بھتیجے، داماد اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے مرتب و مدون کیا اور اس پر دکنی اردو میں ایک منظوم مقدمہ بھی قلمبند کیا تھا محمد قطب شاہ کے بیان کے مطابق ''کلیاتِ محمد قلی'' پچاس ہزار ابیات پر مشتمل تھا۔ اس کے دیوان میں مثنوی اور رباعی کو چھوڑ کر سارا کلام غزل کی ہیئت میں ہے۔ یہاں تک کہ اس کی وہ تخلیقات بھی جنھیں مرتب کلیات ڈاکٹر زور نے اور پھر ان کی تقلید میں ڈاکٹر سیدہ جعفر نے

عنوانات لگا کر نظم کے زمرے میں داخل کیا ہے وہ درحقیقت محمد قلی کی مربوط غزلیں ہیں، جنھیں خود تخلیق کار بھی غزل ہی کہتا ہے۔ جیسے ''غزل سوری''، ''غزل مرگ'' وغیرہ (۱۰)۔

محمد قلی قطب شاہ کے کلام میں نعت گوئی کا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ مرتبین کلیات اس کی دیگر منظومات کے علاوہ غزل کی ہیئت میں پانچ نعتوں کی نشاندہی کی ہے۔ جن کے مطلع درج ذیل ہیں۔

تجھ مکھ اجت کے جوت تھے عالم دپنہارا ہوا　　تجھ دین تھے اسلام لے مومن جگت بسارا ہوا (۱۱)

اسم محمد تھے اہے سو جگ میں خاقانی مجھے　　بندہ نبی کا جم رہے سہتی ہے سلطانی مجھے (۱۲)

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے　　آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے (۱۳)

دیا بندہ کوں حق نبیؐ کا خطاب　　حکم دے دیا نور جوں ماہتاب (۱۴)

خدا مج مہر سوں آپی نبی صدقے کیا رافع　　مجے تختِ سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع (۱۵)

ڈاکٹر زور اور ڈاکٹر سیدہ جعفر کی تقلید میں پروفیسر مسعود حسین خاں (۱۶) ڈاکٹر ریاض مجید (۱۷) اور ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد فتح پوری نے محمد قلی کی نعتوں کی تعداد ۵ بتائی ہے (۱۸) نے دونوں مرتبین ''کلیات محمد قلی'' سے اختلاف کرتے ہوئے ڈاکٹر نسیم الدین فریس نے تیسری تخلیق کو نعت کے زمرے سے خارج کر دیا ہے۔ اس لیے کہ اس غزل کے مطلع اور مقطع کو چھوڑ کر باقی اشعار میں محبوب مجازی سے عشقیہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ (۱۹) راقم کے خیال میں چوتھے نمبر پر جو غزل دی گئی ہے وہ بھی مکمل طور پر نعتیہ اشعار پر مشتمل نہیں ہے۔ درج ذیل اشعار نعتیہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

نہ بھاوے منج پیو بن ہور کچھ　　میں تیری ہوں چیری منجے آپ راب

پھرے پیم میداں میں دو شہوار　　سہیلیاں سب ہی چو میں اس کا رکاب (۲۰)

اگر مذکورہ اشعار کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس غزل میں مطلع اور مقطع کے علاوہ مزید تین شعر نعتیہ ہیں۔ اس لیے اسے بھی نعتیہ غزلوں میں شمار کیا جائے تو محمد قلی کی جملہ نعتوں کی تعداد چار

ہوتی ہے۔اور اگر عید میلادالنبیؐ (چھ نظمیں)، عید بعثت نبیؐ (پانچ نظمیں) اور شب معراج (ایک نظم) کے موضوع پر کہی گئی نعتوں کو بھی شامل کرلیں تو جملہ نعتوں کی تعداد سولہ ہو جاتی ہے۔

قدیم دکنی کے غزل گو شعراء میں محمد قلی کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کی کم وبیش تمام تخلیقات میں شاید ہی کوئی مقطع ایسا ہو جس میں ''نبیؐ''، ''علیؓ'' یا بارہ اماموں کا تذکرہ نہ آیا ہو۔ یہاں تک کہ اس کی ریختیوں میں بھی۔ یہی التزام ملحوظ رکھا گیا ہے۔

نبیؐ صدقے قطب شہ مہر سیتی — نہ چھوڑے سیج پر منج کہ یکیلی
نبیؐ صدقے کہی قطبا کی پیاری — رجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی

یہی نہیں بلکہ بعض دیگر نظموں اور غزلوں کے مطالع، ردائف یا درمیانی اشعار بھی نعتیہ ہیں۔مثلاً۔

محمدؐ دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگاوتم — سیاہی کفر کی بھاو اجالا جگ مگاوتم
نبیؐ کی دعا تھے برس گانٹھ آیا — خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا
بکرید عید آیا صلوٰت بر محمدؐ — آنند علم اچایا صلوات بر محمدؐ
امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا — تو ہے منجے جم احمد مختار معاذ

محمد قلی قطب شاہ نے اپنے نعتیہ کلام میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمدؐ کی مدحت وثنا کرتے ہوئے اپنے جذبات عقیدت کے پہلو بہ پہلو کمالِ فن کا بھی مظاہرہ کیا ہے۔اس سلسلے میں اس نے نہ صرف بڑی خوب صورت اور نادر تشبیہات واستعارات سے کام لیا ہے بلکہ موضوعات ومضامین میں بوقلمونی اور رنگا رنگی پیدا کرنے کے لیے مختلف ضائع بدائع اور خصوصاً حسن تعلیل سے خوب کام لیا ہے۔

درود لک اس نبیؐ پر جو نرنجن رب کے پیارے ہیں
جو فیروزی مہاڑیاں نوجنن کے تیں سنگارے ہیں

سورج افشان گرہو کر نبیؐ مندر دواراں پر — زرافشانی کیا یکسر سو جگ میں جھلکارے ہیں
دھرتی سو رنگیں فرش کی چوندھر سمندر حوض ہے — چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا

بعض نعتوں میں موسیقیت اور نغمگی کے احساس کو جگانے کے لیے محمد قلی نے مرصع نگاری سے کام لیتے ہوئے کہیں چار چار قافیوں کا استعمال کیا ہے اور کہیں کسی مخصوص حرف کے الفاظ کی تکرار سے ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔اس قبیل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

چندر غوّاص ہو آیا، گگن سمدر بھتر دھایا
نبیؐ پر وارنے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
شاہاں غروری ٹھاوں تھے کرتے ہیں اپنے دھاوں تھے
مستی مری تجھ ناوں تھے کیتی ہے دیوانی مجھے

پہلے شعر میں نعت کا قافیہ ''تارے'' اور ردیف ''ہیں'' ہے۔اس کے علاوہ اس میں محمد قلی نے مزید تین اندرونی قوافی ''آیا'' ''دھایا'' ''لیایا'' کا بھی التزام رکھا ہے۔اسی طرح دوسرے شعر میں ''دیوانی مجھے'' قافیہ اور ردیف ہیں اور خط کشیدہ الفاظ ''ٹھاوں تھے'' ''دھاوں تھے'' ''ناوں تھے'' زاید قوافی وردائف ہیں۔اسی طرح درج ذیل شعر کے پہلے مصرع میں ''م'' کے الفاظ کی تکرار سے اور دوسرے مصرع میں ''ع'' کے الفاظ کی تکرار سے شعر میں حسن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

محمد کی میم تھے مدد مانگ کریں — علی عین عادل علم کوں اچایا

محمد قلی قطب شاہ کے نعتیہ کلام کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اس کی کلیات میں، غزل کی ہیئت میں، مدحت نبیؐ کے موضوع پر تعداد اور تنوع کے لحاظ سے جتنے اشعار موجود ہیں۔دکنی کے کسی اور شاعر کے ہاں نہیں ملتے۔خصوصاً مقطعوں میں اس نے جس انداز میں ''نبیؐ'' اور ''علیؓ'' کا تذکرہ کیا ہے۔اس سے اس کے تصور مذہب پر روشنی پڑتی ہے۔بقول **پروفیسر مسعود حسین خاں:**

''محمد قلی ایک ہی سانس میں فسق وفجور کی باتیں کرتا ہے اور پھر ان کے دوام کے لیے

مقطع میں نبیؐ یا علیؓ سے استمداد کی دعا کرتا ہے"(۲۱)۔

محمد قلی کو مذہب اسلام' بانیٔ مذہب اور حضرت علیؓ سے اس لیے عقیدت ہے کہ ان کی مدد سے اسے حکومت' دولت' عروج' عیش وعشرت کی زندگی اور دنیاوی اعزازات نصیب ہوئے ہیں۔لیکن مذہب کی حقیقی روح سے اس کی شخصیت اور شاعری دونوں عاری ہیں۔ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ اپنی عیش پرستی' لذت کوشی اور ہوس ناکی کو بھی نبیؐ اور علیؓ کا صدقہ قرار دیتا ہے۔

نبی صدقے بارہ اماماں کرم تھے — کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
نبی صدقے قطب جم عیش کر عیش — کہ تجھ در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال
صدقے نبیؐ کے رات دن بھوت انند سوں — امرت ادھر پلاتے ہیں قطب کوں سندر لذیذ
تیرے میرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے — صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش

یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے نعتیہ اشعار محض رسمی ہو کر رہ گئے ہیں۔اس میں وہ اثر آفرینی' جذبات واحساسات کی پاکیزگی اور طہارت نظر نہیں آتی جو ایک سچے عاشقِ رسولؐ کے نعتیہ کلام کا خاصہ ہوتی ہے۔وہ ایک پرگو اور قادرالبیان شاعر ہے اور اردو کا پہلا صاحبِ دیوان۔اس نے مشاہدات اور تجربات زندگی کی ترجمانی کے لیے غزل کی صنف پر سب سے پہلے باقاعدہ طور پر طبع آزمائی کی اور غزل کی ہیئت میں سب سے پہلے نعت کہنے کا اعزاز بھی اسی کو حاصل ہے۔

قطب شاہی دور کے صاحبِ دیوان شاعروں میں ایک اہم نام شاہ سلطان ثانی کا ملتا ہے۔جن کا سارا کلام تصوف وعرفان کے مضامین سے معمور ہے۔اور ہنوز غیر مطبوعہ حالت میں ہے۔مولوی سخاوت مرزا (۲۲) اور افسر صدیقی امروہوی (۲۳) نے اس صوفی شاعر کا تعلق دبستانِ بیجاپور سے بتایا ہے۔جب کہ مولوی نصیر الدین ہاشمی (۲۴) ڈاکٹر زور (۲۵) اور ڈاکٹر جمال شریف (۲۶) نے اسے گولکنڈہ کا شاعر بتایا ہے۔آخرالذکر نے شاہ سلطان ثانی کی بعض غزلوں کے چیدہ چیدہ اشعار نمونتاً پیش کیے ہیں۔جن میں درج ذیل نعتیہ ہیں۔

نس نور ذات رکھیا احمد و صفات — سو وصف کی زبان سیتی کن اچھر ہوا

تب احمدی صفات سوں مشغول ہو رہیا — اس مشغولی سبب منے آدم پسر ہوا
آدم پسر لگے کہ لگے یا پدر اوسے — اوس راز کے ہنر منے آدم پدر ہوا (۲۷)

مملکت گولکنڈہ کا ساتواں فرماں روا اور محمد قلی قطب شاہ کا نواسہ سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۶۲۶ء۔۱۶۷۲ء) اپنے نانا کی طرح دکنی اردو کا ایک قادرالکلام شاعر تھا۔اس کو شعروادب کے علاوہ مختلف فنون لطیفہ سے بھی غیر معمولی لگاؤ تھا۔محمد قلی کی طرح وہ بھی شاعروں' ادیبوں اور فنکاروں کا قدردان' مربی اور سرپرست بھی تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس کے عہد میں روم وشام اور ایران وتوران کے صاحبانِ علم وہنر گولکنڈہ میں جمع ہو گئے تھے۔وجہیؔ' غواصیؔ اور ابن نشاطی جیسے دکنی کے باکمال سخنور اس کے دربار سے وابستہ تھے۔

عبداللہ قطب شاہ کا نامکمل دیوان ردیف ث تک' ۹۷ غزلیات پر مشتمل ہے۔جس میں ایک مرثیہ اور چند گیت موجود ہیں (۲۷)۔ڈاکٹر زور کا بیان ہے کہ اس نے ابراہیم عادل شاہ کی "کتابِ نورس" کے جواب میں اسی موضوع پر ایک منظوم کتاب لکھی ہے (۲۸)۔محمد قلی کی طرح عبداللہ قطب شاہ کے دیوان میں بھی غزل کی ہیئت میں حمد' نعت' منقبت حضرت علی کے علاوہ عید مولود نبیؐ' عید رمضان' عیدِ غدیر' بسنت' نوروز' مرگ' محلات شاہی وغیرہ موضوعات پر نظمیں موجود ہیں۔لیکن اس دیوان میں مرتبین نے ان مسلسل غزلوں پر کوئی عنوان نہیں لگایا۔

سلطان عبداللہ کو اپنے نانا کی طرح حضرت محمدؐ کی ذات اقدس سے بے پناہ عقیدت تھی اور وہ بھی محمد قلی کی طرح اپنی ہر غزل کے مقطع کا آغاز "نبیؐ صدقے" سے کرتا ہے۔چند مقطعے ملاحظہ ہوں جن میں محمد قلی کی طرح وہ بھی دنیوی ترقی' شاعری میں جادو بیانی اور عیش کوشی کو بھی "نبی کا صدقہ" قرار دیتا ہے۔

نبی صدقے عبداللہ نہ ہو دلگیر ہرگز توں — کہ تجھ ہر دم مدد توفیق اللہ ہی دون سکتا
صدقے نبیؐ کے شاہ عبدلا ہوتوں — مقصود ہور مراد سیتی کا باب تھا
نبی صدقے عبداللہ سدا توں شکر کر اس کا — جکوئی تجے تجھ کوں نوازیا ہور شاہی کا ہدا دیتا

صدقے نبی اے شوخ الھڑ شاہ عبداللہ بھوگی گھڑ　　تج جوناں کے دوئی گڑ خوش دست، کر بلکائیا

ملیا سیج پر تج سوں موہن پیاری　　نبی صدقے عبداللہ سلطان پیارا

نبی صدقے عبداللہ شہ لاکھ آرزو سیتی　　لیا ہے لوٹ کرائے دھن مٹھا گڑ تیرے لب کا سب

ان مقطعوں کے علاوہ اس کے دیوان میں چار نعتیہ غزلیں بھی موجود ہیں جن کے مطلعے درج ذیل ہیں۔

خدا پیغمبری دے کر محمدؐ کوں جوسر جایا　　ملک کل برز میں آیا جگہ ایماں اس اپر لیایا

لکھ فیض سوں پھر آیا، دن دینِ محمدؐ کا　　آفاق صفا پایا دن دین محمدؐ کا

جھلک مولود کا بھی جگ میں آیا　　جگت سب اس جھلک تھے جگمگایا

نبیؐ مصطفیٰ کا جو مولود آیا　　جہاں صاف ہو سر بہ سر جگمگایا

پہلی نعت سات اشعار پر مشتمل ہے۔جس میں پیغمبر اعظمؐ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سلطان عبداللہ کہتا ہے کہ اس موقع پر سارے ملائک زمین پر اتر آئے اور آپؐ پر سارا جگ ایمان لے آیا۔دوسرے شعر میں وہ کہتا ہے کہ فرشتے آپؐ ہی کا دم بھرتے ہیں۔ستارے اپنے آپ کو تجھ پر نچھاور کرتے ہیں۔عبداللہ کے خیال میں وہ زمین پر اوتار بن کر آئے ہیں۔اس لیے آپؐ کو پوجتے ہوئے کوئی بھی عاجز نہیں ہوتا۔جوشِ عقیدت میں سلطان عبداللہ نے یہاں نبی کریم کے لیے ''اوتار'' اور ''پوجنا'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں جو حضور اکرم کی شانِ رسالت کے منافی ہیں۔وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ میں آپؐ پر تصدق ہوتا ہوں کہ آپ کا نام دل وجان کے لیے زندگی بخش ہے۔آپ کے قدِ مبارک کا زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا۔بادل ہمیشہ سایہ فگن رہتا تھا اور آپ کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔اس لیے دھوپ نہیں پڑتی تھی۔اس نعت میں سلطان عبداللہ کہتا ہے کہ آپؐ نے کفر کی کثافت صاف کر کے کافروں کو نابود کر دیا اور دین اسلام کی بنیاد استوار کی۔مقطع میں وہ کہتا ہے کہ عبداللہ قطب شاہ نبی کا غلام ہے اور دنیا و عقبیٰ میں آپ سے امید کرم رکھتا ہے۔وہ اپنے آپ کو ایک بھنورا تصور کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ کا

دیوانہ ہوں آپ کے اوصافِ حمیدہ اور رخِ زیبائے معطر کا گرویدہ بھی۔اس نعت میں سلطان عبداللہ نے چار چار قوافی کا التزام رکھا ہے۔جس کی وجہ سے اس میں ہم قافیہ الفاظ کی صوتی جھنکار اور نغمگی پیدا ہوتی ہے۔اس کے اشعار میں پائی جانے والی موسیقیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔پروفیسر سلیمان اطہر جاوید لکھتے ہیں:

''صوتی ہم آہنگی'' بحر کی موسیقیت اور الفاظ کا ترنم عبداللہ قطب شاہ کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔بعض غزلوں میں اس نے موسیقیت پر اس قدر توجہ دی ہے کہ الفاظ کی معنویت کو قربان کردیا ہے''(۲۹)۔

ملک اس کاج دم ماریں ستارے آپیں واریں
نہ کوئی اس پوجنے ہاریں کہ وہ اوتار ہو آیا
جلاوے جیو کوں اس کا ناوں تل تل میں نت اس پر جاوں
کہ کوئی روئے زمیں پر چھاوں اس کے قد کی نئیں پایا
میں عبداللہ ہوں داس اس کا دھروں دو جگ میں آس اس کا
بھنور ہو لیوں باس اس کا محمدؐ ہو مجے بھایا

سلطان عبداللہ ایک ماہر موسیقی تھا۔اس جانب اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی نے لکھا ہے:

''عبداللہ موسیقی کا احساس پیدا کرنے کے لیے لفظوں کو سجا کر استعمال کرتا ہے۔بہت سی غزلوں میں صنعتِ لزوم مالایلزم کا استعمال کیا گیا ہے۔ہر مصرعے میں ہم قافیہ الفاظ کے استعمال سے ایک لے ایک جھنکار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔عبداللہ کے دیوان میں غزلیں اسی صنعت میں ملتی ہیں''(۳۰)۔

''دیوان عبداللہ قطب شاہ'' کی دوسری نعت بھی سات اشعار پر مشتمل ہے جس میں عید مولود نبی کی آمد پر ساری دنیا کے جگمگانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔چند شعر دیکھیے۔

عجب مجلس ہے عالی لاابالی   کہ جنت دیکھ لاجوں سرنوایا
نبی کا مولود آیا اس تھے جبریل   صدر پر آپ نے پنکھا بچھایا
نبی کے صدقے عبداللہ سلطان   مبارک یو خوشی ، خوش ہو گنایا

تیسری نعت شریف ''دین محمد کے دن'' کے موقع پر کہی گئی ہے۔جس سے مراد غالباً عید بعثت نبیؐ ہے۔یہ نعت صنعت مسمط کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔مطلعے کا قافیہ آیا''پایا'' ہے اور ردیف ''دن دین محمد کا'' تمام اشعار میں اسی ردیف کا اہتمام ضرور ہے لیکن ہر شعر میں قافیے مختلف ہیں۔اس غیر مردف مختلف القافیہ غزل کے ہر شعر میں تین تین قافیوں کی تکرار سے اس کے صوتی حسن میں اضافہ کیا گیا ہے۔چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

اسلام کرا تارا' آیا جو نکل بھارا   چھپ کفر گیا سارا دن دین محمد کا
یو عید بہمن ساجے' نصرت کے بجیں باجے   ہے جگ کے نبیؐ راجے دن دین محمدؐ کا
روشن ہوئے اسماناں جھمکاے رتن کھاناں   حظ لیویں مسلماناں دن دین محمدؐ کا

سلطان عبداللہ کی چوتھی نعت کا موضوع بھی ''مولود نبیؐ'' ہے۔جس میں شاعر نے ''عید میلادالنبیؐ'' کے بابرکت موقع پر اپنے جذبات شادمانی اور خوشی کا اظہار کیا ہے۔

نبیؐ مصطفیٰ کا جو مولود آیا   جہاں صاف ہو سر بسر جگمگایا
فرشتیاں سوں مل جبرئیل آج خوش ہو   طبل عیش کا عرش پر خوش بجایا
محمدؐ کے صدقہ تھے سب دور کر غم   عجب کچ خوشی مج الٰہی دلایا

سلطان عبداللہ کی چار نعتوں میں سے تین غیر مرّدف ہیں اور ایک مختلف القافیہ مرّدف۔

لیکن اس نے اکثر نعتیہ اشعار میں تین' تین یا چار چار ہم قافیہ الفاظ کے استعمال سے نہ صرف ترنم اور موسیقی کا جادو جگایا ہے بلکہ صوتی خوش آہنگی پیدا کرنے کے لیے الفاظ کو بڑے سلیقے سے استعمال کیا ہے۔نعتوں کے علاوہ دیگر غزلوں میں بھی نعتیہ اشعار موجود ہیں۔چند شعر دیکھیے ۔

حضرت رسول صاحب کا سو وہی ہے نائب   تو مظہر العجائب ہو بے نظیر آیا

صدقے نبیؐ کے دل دھو سب تھے علی سو یک ہو   شاہاں میں عبداللہ سو' روشن ضمیر آیا
محمدؐ ہور علی سوں دل' لگا گنتا ہوں میں تِل تِل   گنا کیوں ہوے نہ حاصل' مرا مقصود اے تارا
نبیؐ کے صدقے عبداللہ' کدم کلا سنے کوں لا   تج بلا' لیا ملا' منگل گلا' چندر کلا
صدقے نبیؐ کے آرے' عبداللہ شہہ پیارے   چند سورتج پہ وارے' اسپند ہو ستارا

دبستانِ گولکنڈہ کی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اس عہد کے شاعروں نے سید العرب وعجم کی بارگاہِ اقدس میں نہایت ہی عجز وانکسار کے ساتھ نذرانہ نعت پیش کیا ہے۔اس دور کے بیش تر سخنوروں نے جیسا کہ اس سے قبل بھی مذکور ہوا ہے شاعری کی مختلف ہیئتوں جیسے مثنوی' قصیدہ' مخمس' مسدس' رباعی کے علاوہ معراج ناموں' ولادت ناموں' میلاد ناموں' نور ناموں' شمائل ناموں' وفات ناموں کی شکل میں رسول اکرمؐ کی بارگاہ میں گل ہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔

جہاں تک غزل کی ہیئت میں نعت گوئی کا تعلق ہے۔اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کو پہلی نعتیہ غزل لکھنے کا اعزاز بھی حاصل ہے(۳۱) محمد قلی کے علاوہ اس دور میں صرف دو شاعر ایسے ملتے ہیں جنہوں نے غزل کی ہیئت میں نعتیں لکھی ہیں۔ایک تو شاہ سلطان ثانی ہیں اور دوسرے سلطان عبداللہ قطب شاہ۔اول الذکر کے صرف دو تین نعتیہ اشعار منظر عام پر آئے ہیں جب کہ آخر الذکر کے دیوان میں چار نعتیہ غزلوں کے علاوہ متعدد نعتیہ شعر موجود ہیں۔جن شعراء کی غزل کے فارم میں نعتیہ غزلیں خاصی تعداد میں دستیاب ہوئی ہیں وہ دونوں (محمد قلی' سلطان عبداللہ) نہ صرف اورنگ سلطنت کے سلاطین تھے بلکہ اقلیم نعت کے بھی تاجدار تھے۔اس بات کا قوی امکان ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ اور ابوالحسن تانا شاہ کے علاوہ اس دور کے دیگر سخنوروں نے بھی نعتیہ غزلیں کہی ہوں گی جو دستبرد زمانہ کی وجہ سے ہم تک پہنچ نہیں سکیں (۳۲)۔

بیجاپور کے عادل شاہی دور کی نعتیہ شاعری میں بھی غزل کے مقابلے میں صنف مثنوی کا

بول بالا رہا۔اس دور کے سلاطین کی غزلوں میں کوئی نعتیہ شعر نہیں ملتا البتہ دیگر متغزلیں اور خصوصاً صوفی شعرا کے یہاں نعت گوئی کی مستحکم روایت ملتی ہے۔

بیجاپور کے قدیم ترین غزل گو شاعروں میں حسن شوقیؔ کا نام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔اس کا تعلق دکن کی نظام شاہی، قطب شاہی اور عادل شاہی تینوں سلطنتوں سے رہا۔لیکن اس کا زیادہ تر قیام عادل شاہی سلطنت میں رہا۔حسن شوقی کی دو مثنویوں ''فتح نامہ نظام شاہ'' اور میز بانی نامہ'' کے علاوہ اس کی تیس غزلوں پر مشتمل دیوان کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے شائع کیا۔جس میں صرف ایک شعر میں حمد و نعت کا مضمون باندھا گیا ہے۔اس شعر میں شوقیؔ کہتا ہے کہ شاہی اور گدائی خدا اور رسول خدا کی دین ہے۔اور جسے دین و دنیا دونوں کے کام سے سابقہ پڑتا ہے اس کو دوسرے کام سے کیا غرض۔

شوقیؔ خدا ہور مصطفیٰ شاہی گدائی تجھ دیتے
یہ دین دنیاں ہے جسے تس کام سیتی کام کیا (۳۳)

حسن شوقیؔ کے بعد دبستانِ بیجاپور کے نعتیہ غزل گو شاعروں میں ایک اہم نام شاہ محمد حسینی قادری معظمؔ ہے۔وہ علی عادل شاہ ثانی شاہیؔ (۱۰۶۷ھ۔۱۰۸۳ھ) کے عہد کے صوفی شاعر تھے۔انھوں نے بیجاپور کے آخری حکمران سکندر عادل شاہ (۱۰۸۳ھ۔۱۰۹۷ھ) کے علاوہ اورنگ زیب عالم گیر کا زمانہ بھی دیکھا۔شاہ معظم حضرت امین الدین علی اعلیٰ اور حضرت قادر لنگا کوتال کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ایک نامکمل دیوان غزل کے علاوہ ان کی دیگر تصانیف میں ''شجرۃ الاتقیاء'' ''رسالۂ وجودیہ'' ''گلزار چشت'' ''گنج مخفی'' ''معراج نامہ'' ''قلندر نامہ'' ''گفتار عشق و عقل'' ''شرح شکار نامہ'' ''رسالہ وجود العارفین'' اور نظم سی حرفی قابلِ ذکر ہیں۔غزلوں کے علاوہ معظم کی تمام نظموں میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔

شاہ معظم نے اپنی غزلوں میں نہ صرف یہ کہ حمدیہ، نعتیہ اور منقبتی مضامین پیش کیے ہیں۔تصوف اور معرفت کے مضامین باندھے ہیں، دنیا کی ناپائداری اور بے ثباتی کا تذکرہ کیا ہے اور

روحانی تعلیمات کی تلقین کی ہے بلکہ محبوب مجازی کی محبت کے گیت بھی گائے ہیں۔ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی نے ''کلام معظم'' کے عنوان سے ان کی غزلوں کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔جس میں معظم کی ۹۵ غزلیں، دو ریختیاں، چار نظمیں، ایک قصیدہ ''معجزۂ رسالت پناہ'' چار مخمس اور تین مسبع شامل ہیں(۳۴)۔اس کے علاوہ ان کی ایک اور کتاب ''دکھنی کلام اور اسلامی تہذیبی تاریخ'' کے عنوان سے خواجہ معین الدین بزمی نے مرتب کر کے شائع کی ہے۔جس میں معظم کی غزلیں بھی شامل ہیں(۳۵)۔

معظم کے دیوان میں دو نعتیہ قصائد ''معجزۂ رسالت پناہ'' (۳۶) اور ''در نعت محمد مصطفیٰ'' (۳۷) کے علاوہ غزل کی ہیئت میں سات نعتیں ہیں جن کے مطلعے درج ذیل ہیں۔

یوں اپنا اس کوں راج دیا لولاک کرا سرتاج دیا
سب امت کی اولاج دیا یوں جتنا اس پر پیار کیا (۳۸) (دوسرا شعر)
[مرتب متن (ڈاکٹر خالدی) کو مطلع نہیں پڑھا گیا]

معراج میں نبیؐ سوں حق نے کیا ہے بات — نعمت جو کچھ دیا سو باتاں نبیؐ کے سات (۳۹)
مقبول تو خدا کا دل دار یا محمدؐ — توں نورِ گنج مخفی اظہار یا محمدؐ (۴۰)
محمدؐ چھاوں ہے حق کا کتے ہیں جس کو پیغمبر — محمدؐ سچ یہ نائب ہے کتے تو ہیں اسے رہبر (۴۱)
مبارک ماہِ نو تجھ کو مبارک سر اُپر افسر — مبارک عید نوروزی مبارک روز تجھ بہتر (۴۲)
اے مالک دو عالم افسر تجھے مبارک — لولاک کا ترے سر چھتر تجھے مبارک (۴۳)
معبود اپنے شوق سے کرتا ہے خود پیغمبری — اپنا محمدؐ ناوں رکھ القاب دے کر سروری (۴۴)

مذکورہ بالا نعتوں کے علاوہ دیگر غزلوں میں بھی متعدد نعتیہ اشعار موجود ہیں۔چند شعر دیکھیے۔

برحق نبیؐ کی دوستی امت شفاعت پائے گی — عالم کو یوں اقرار ہے پھر کیا کرے گا دیکھنا (۴۵)
کیا باک ہے حشر کا بے دغدغا رہتا ہوں — برحق نبیؐ وسیلہ ستار ہے ہمارا (۴۶)
نس دن ثنا خوانی ترا کرتا ہوں یوں میں جان کر

تو شافع روز جزا دے دان مجھ ایمان کا(۴۷)
معراج میں جاکر اپیں رؤیت ربی بولے نبیؐ
قرآن میں اخبار ہے کوئی سچ کہتے کوئی جھوٹ کہتے(۴۸)
معراج میں اس کو بلایوں شان اور شوکت دیا
فرمان کو قران اور مسند کوں منبرؔ بولتے(۴۹)

شاہ معظم ایک قادر الکلام سخنور ضرور تھے لیکن ان کے ہاں غزل کی وہ روایت نہیں ملتی جو محمد قلی اور سلطان عبداللہ اور غواصیؔ سے ہوتی ہوئی حسن شوقی، نصرتیؔ، شاہیؔ اور ہاشمی تک پہنچی جس میں بقول ڈاکٹر حسینی شاہد ''حسن سے مراد جسم اور عشق سے مراد عیش کوشی تھی۔ مہکتے اور چہکتے جسموں کے اسرار اور کھل کھیلنے کے اطوار غزل کا محبوب موضوع تھے'' (۵۰) یہ دربار شاہی کی روایت تھی۔ لیکن اس روایت سے بہت پہلے اردو میں غزل کی ایک اور روایت موجود تھی جسے خانقاہی روایت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ روایت مشتاقؔ، لطفیؔ، فیروزؔ، شہبازؔ حسینی سے ہوتی ہوئی برہان الدین جانمؔ، امینؔ الدین اعلیٰ سے ہوتی ہوئی شاہ معظم تک پہنچتی ہے۔ جس کا نقطہ عروج سراج کے ہاں نظر آتا ہے۔ مولوی محمد اکبر الدین صدیقی نے دسویں اور گیارہویں صدی میں غزل کی اس روایت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''دسویں اور گیارھویں صدی ہجری میں صوفیائے کرام نے اپنے (نثری) رسائل کے ساتھ شاعری کے ذریعے تصوف کے فن کو عام کرنے کی کوشش کی چنانچہ میراں جی شمس العشاق، برہان الدین جانم پیر ہاشم علوی قادری اور گیارھویں صدی میں شاہ من عرف، شاہ تراب فی الحال شاہ قادری شاہ صادق اورنگ آبادی کے بھی دیوان دستیاب ہوگئے ہیں۔ ان میں تغزل سرے سے ندارد ہے اور سب تصوف ہے'' (۵۱)۔

شاہ معظم کی نعتوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں زبان و بیان پر بے پناہ قدرت حاصل ہے۔ ہر قسم کے موضوع و مضامین کو بڑی ہنرمندی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان

کی نعتیہ غزلوں میں زیادہ تر مدحت رسولؐ۔ آپؐ کی تعلیمات، سیرت طیبہ اور آپؐ کے معجزات وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تجھ نور سے دو عالم روشن ہوا منور　　معدن ہے نور تیرا انوار یا محمدؐ
محمدؐ کو مقرب کر بلا قوسین سے نزدیک　　محمد کو بلایا ہے دیکھو معراج میں داور
مبارک۔ تاج یو تیرا سدا لولاک کا تجھ کو　　مبارک تخت یو تیرا مبارک تجھ کو یو چھپر
خاتم نبیؐ کیا ہور تجھ کوں دیا نبوت　　قران اور یو مسجد منبر تجھے مبارک
شق القمر کرشمہ نے ترلوک کوں مائل کیا　　شیریں سخن اظہار کر سب کی کیا ہے دلبری
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ بولا ہے جس کی شان میں　　کونین سے برتر دیکھو سر پر ہے افسر بولتے
اخلاق اس کے دیکھ کر خاتم نبی مرسل کیا　　لولاک کا چھتر دیا اس کو سرور بولتے

شاہ معظم نے بعض نعتوں میں صنائع بدائع اور تشبیہ و استعارے کا برمحل استعمال کر کے اپنی فن کاری اور ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ ایک غزل میں انہوں نے محبوب مجازی کے خد و خال ناز و ادا اور لب و رخسار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے چہرے کے سیہ خال کو نبی کی مجلس میں موجود حبشی بلال سے تشبیہ دی ہے۔

دلبر کے مکھ اپر کا کالا یو خال مج کوں　　مجلس میں جیوں نبیؐ کے حبشی بلال دستا

بعض نعتیہ اشعار میں شاہ معظم نے محمد قلی قطب شاہ اور سلطان عبداللہ کی طرح ایک سے زاید قوافی وردائف کا استعمال کر کے غزل کے صوتی آہنگ کو دوبالا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں صنعت ترصیع اور مسمط کے بڑے خوبصورت نمونے موجود ہیں۔

یوں اپنا اس کوں راج دیا لولاک کرا سر تاج دیا
سب امت کوں او لاج دیا جتنا اس پر پیار کیا
حق مانگا خلقت کرنے کوں اور نعمت لاکر دھرنے کوں
اس دین کوں قائم کرنے کوں یو مظہر ایک انوار کیا
ادراک، عقل، عرفان دیا فرمان اسے قران دیا

سب دھیان دیا اور گیان دیا یوں حق اس چونسار کیا

کیا ناوں مبارک سرور ہے سچ حق کا وہ تو دلبر ہے

راہ راست دکھانے رہبر ہے تب علم لدنی بار کیا

کیں نبی ہوا کیں علی کہتے کیں قطب ہوا کیں ولی کہتے

کیں خفی کہتے کیں جلی کہتے' یو معنیٰ اپرم پار کیا

درج ذیل نعت کے تمام گیارہ مصرے (اولیٰ اور ثانی) لفظ محمدؐ سے شروع ہوتے ہیں۔

محمدؐ کے سبب سارا ہوا ہے عرش اور کرسی — محمدؐ کے برکت سب ہوا ہے نور یہ اظہر

محمدؐ پر ازل سے حق شفقت لیچ کرتا ہے — محمدؐ کوں سیادت اور دیا القاب اوسرور

محمدؐ ہو کے آیا ہے اپیں خود ذات بدلا کر — محمدؐ کوں معظمؔ نے پچھانا خود ہی قادر کر

۹ اشعار پر مشتمل درجِ ذیل نعت کے دونوں مصرے مبارک کے الفاظ سے شروع ہوتے ہے۔

مبارک تاج یو تیرا سدا لولاک کا تجھ کو — مبارک تخت یو تیرا مبارک تجھ کو یو چھپر

مبارک دین کا تیرے طبل بجتا رہے نس دن — مبارک تجھ کو امت اور مبارک ان کو تو رہبر

مبارک تجھ شہنشہ کو غلاماں لاکھ ہیں کہتے — مبارک شہہ کی خدمت میں معظمؔ یک رہے کم تر

شاہ معظمؔ نے ایک غزل' شاہ صادقؔ اورنگ آبادی کی غزل کے جواب میں لکھی ہے جس میں دو نعتیہ شعر بھی موجود ہیں۔ آخر الذکر اپنے دور کے ایک معروف صوفی اور صاحب دیوان شاعر تھے (۵۲)۔ شاہ فی الحال ، شاہ کمال اور دیگر صوفی شاعروں نے شاہ صادقؔ کا تذکرہ کیا ہے (۵۳)۔

معظمؔ کی یہ غزل ان کے دیوان کے علاوہ دوسری قلمی بیاضوں میں بھی ملتی ہے جس سے ان کی شہرت کا اندازہ ہوتا ہے (۵۴)۔ شاہ صادقؔ اورنگ آبادی کا مطلع اور معظمؔ کا جواب اس طرح ہے۔

سوال:

سائل ہوں میں عزیزاں اس کا جواب بولو — من عرف ہور فقد کے کہتے ہیں باب ہے بولو

جواب:

سائل ہوئے عزیزاں اس کا جواب ہے یو — من عرف ہور فقد کے سب چار باب ہے یو

(یعنی چار مراتب وجود' واجب الوجود' ممکن الوجود' ممتنع الوجود اور عارف الوجود) (۵۵)

نعتیہ اشعار اور ان کے جواب یہ ہیں۔

سوال:

مجھ کوں دیکھے سو حق کوں دیکھے کہے محمدؐ — پس کافراں بھی دیکھے پس کیا ثواب بولو (صادقؔ)

جواب:

یک وقت یو محمدؐ بولے تھے من رآنی — برحق رسول سمجھے ان کوں ثواب ہے یو (معظمؔ)

اس جواب کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر حسینی شاہد نے لکھا ہے:

> "معظمؔ کہتے ہیں کہ "من رآنی" میں رسولؐ پر ایمان لانے کی شرط مضمر ہے۔ رسولؐ کی بات پر یقین وہی کرے گا۔ جو رسولؐ پر ایمان لاتا ہے۔ اس لیے من رآنی ایمان والوں کے ساتھ خاص ہے۔ دیکھنے میں رسول اللہ کو کفار بھی دیکھتے تھے۔ لیکن جو رسولؐ کو رسولؐ ہی نہیں مانتا اس کے لیے رسولؐ کے اندر خدا کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" (۵۶)۔

سوال:

دیدار خواب میانے حق آپنا کھیا ہے — کیوں دیکھنا سو حق کوں تعبیر خواب بولو (صادقؔ)

جواب:

یک وقت پر نبیؐ نے بولے تھے لی مع اللہ — ہونا خفی میں غائب واصل کوں خواب ہے یو (معظمؔ)

نبیؐ کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ میں اللہ کے ساتھ ہوتا ہوں اور وہاں کسی فرشتے کی گنجائش ہے اور نہ نبیؐ مرسل کی شاہ معظمؔ اسی حوالے سے کہتے ہیں کہ

واصل کا اس طرح فنا ہو جانا ہی کمالِ معرفت ہے(۵۷)۔

محمد حسینی معظم کے بعد اور ولی دکنی سے قبل، قاضی محمود بحری (م ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء) درمیانی زمانے کے ایک ایسے سخنور ہیں۔ جنہوں نے ایک طرف اپنی مثنویوں میں تصوف اور معرفت کی اس روایت کو جلا بخشی، جس کا نقطۂ آغاز حضرت میراں جی شمس العشاق ہیں اور دوسری طرف غزلوں میں اپنے پیش رو متغزلین کی زبان و بیان اور رنگ سخن کو زندہ رکھا۔ وہ ایک پر گو شاعر تھے۔ بقول جمیل جالبی قادر الکلام ایسے کہ سقوط بیجاپور تک اردو اور فارسی میں پچاس ہزار شعر تخلیق کیے۔ جب عالم گیر نے ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۵ء میں بیجاپور کو فتح کر کے سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ بنا دیا تو بحری نے حیدر آباد کے لیے اپنا رخت سفر باندھا، راستے میں ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر کے سارے مال و اسباب کے ساتھ ان کا کلام بھی لوٹ لیا(۵۸)۔ ''کلیات بحری'' مرتبہ حفیظ سید میں زیادہ تر وہ کلام ہے جو ۱۶۸۵ء کے بعد کا ہے۔ بحری نے اردو کلیات کے علاوہ مثنوی ''من لگن'' اور ''بنگاب نامہ'' کے علاوہ فارسی نثر میں ''عروس عرفان'' کے نام سے ایک تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے۔

''کلیات بحری'' میں غزل کی ہیئت میں ایک مکمل غیر منقوط نعت کے علاوہ دیگر غزلوں میں بھی کہیں کہیں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ غیر منقوط نعت شریف کا مطلع اور مقطع ملاحظہ کیجیے۔ مقطع میں انہوں نے اپنا نام ''محمود'' اس لیے لایا ہے کہ تخلص (بحری) غیر منقوط نہیں ہے۔

محمد گر مدد ہوگا ہمارا ۔۔۔ سکل دکھ درد رد ہوگا ہمارا

موحد کا معمہ کھول محمود ۔۔۔ اور احمد گر احد ہوگا ہمارا (۵۹)

اس نعت کے پیش نظر بحری کو اردو میں پہلی غیر منقوط نعت لکھنے کا اعزاز حاصل ہے۔ بقول ڈاکٹر ریاض مجید:

''حمد و نعت کے مضامیں سے عبارت یہ پوری غزل غیر منقوط الفاظ پر مشتمل ہے۔ ایسی حالت میں کہ اردو زبان اور شاعری ہنوز عالم طفلی ہی میں تھی۔ غیر منقوط الفاظ کا التزام کرنا اور پھر اس مشکل صنعت میں نعت کے شعر کہنا آسان کام نہیں

تھا۔ اس پوری غزل کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بحری کو الفاظ اور زبان پر قدرت کامل حاصل ہے''(۶۰)۔

بحری کی غزلوں سے چند مزید نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں ۔

کیا غم یو عجم سب مل کر مج سوں پھرے تو ۔۔۔ منجہ سر او جو سلطان عرب ہے یا رب (۶۱)

میں گنہ گار بڑا ہوں اے دوست ۔۔۔ دوستی مصطفیٰ کی بخشے نجات (۶۲)

جو دیکھے جالکیا نسبت نبی کے نور سوں میرا

رہے جہل اوٹ کر آپس کے حق میں آگ ہور پانی (۶۳)

معظم اور بحری کے معاصر بیجاپوری غزل گو شعراء میں محرمی اور شغلی کے نام قابل ذکر ہیں جن کے دیوان میں چند نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔

محرمی کا نام جان محمد تھا اور وہ حضرت امین الدین اعلی (م۱۰۸۵ھ) کے خلیفہ تھے۔ ''قطب المشائخ'' سے ان کا سنہ وفات (۱۰۹۳ھ) نکلتا ہے (۶۴) محرمی نے ملک الشعراء نصرتی، شاہ صادق اور فی الحال شاہ قادری کی زمینوں میں بھی غزلیں لکھی ہیں۔ ذیل میں محرمی کے نعتیہ اشعار نقل کیے جاتے ہیں ۔

خدا ہور محمد علی تھے یو جگ ۔۔۔ سچ کر جو دیکھے تو نیں کوئی جدا

نبیؐ کو چھوڑ جے کوئی کہے گا رب ارنی کر ۔۔۔ ندا اولن ترانی کا۔۔۔ یو اس کے اُپر دستا

نبیؐ سو پیر ہے میرا اسی تھے محرمی ہوں میں ۔۔۔ اسے بجیا سو حق سمجیا سخن یو سب پودر دستا (۶۵)

حضرت شاہ عالم شغلی بیجاپوری (۱۰۳۰۔۱۱۱۴ھ) عادل شاہی دور کے ایک باکمال صوفی شاعر تھے۔ ایک نامکمل دیوان غزل کے علاوہ ایک مختصر مثنوی ''پند نامہ'' ان سے یادگار ہے۔ شغلی حضرت شاہ نعمت اللہ قادری کے مرید اور خلیفہ بھی تھے (۶۶) سقوط بیجاپور کے بعد کچھ عرصے تک انہوں نے بیدر میں قیام کیا اور پھر مدراس کے علاقے وڈی گرام پوڈی پہنچے۔ جہاں حضرت شاہ سلطان ثانی نے انھیں خرقۂ خلافت عطا کیا۔ شغلی کا دیوان ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ راقم

نے ان کی ۸؍غزلیں ماہنامہ ''سب رس'' (۶۷) میں شائع کیں اور پھر بعد کو اپنی تحقیقی تصانیف ''دکنی شاعری تحقیق وتنقید''، ''نوادرات تحقیق'' (۶۹) میں علی الترتیب گیارہ اور آٹھ غزلیں مرتب کر کے شائع کی ہیں۔ان غزلوں سے شغلی کے نعتیہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں ۔

اللہ رسول میانے قراں ہوا ہے ثالث | جوں خوف اور رجا میں ایماں ہوا ہے ثالث
جو آپ کوں بوجیا سو صحی رب کوں او بوجیا | یوں بولے نبیؐ تج کوں طلب ہے سو حرف خذ (۷۰)

قدیم دکنی شاعری میں صنعت سوال وجواب کے نہج پر غزلیں لکھنے کا بھی رواج رہا ہے۔شغلی نے تصوف وعرفان کے موضوع پر ایک سوالیہ غزل لکھی تھی۔جس کے جواب میں فی الحال شاہ قادری نے غزل لکھی ہے۔شغلی کے درج ذیل شعر میں نعتیہ مضمون ہے۔

سوال شغلی:

اے دوست اللہ ہور رسولؐ فرمائے تیوں کرنا قبول | تمیں توپڑے گا کیوں وصل پائے گا کیوں نجات بول

جواب شاہ فی الحال:

فرمائے ہیں اللہ نبیؐ توحید میں ضد ہے نہ دو | تعطیل تین تشریک تین بوجا نہیں سو دور بوج
ہر شے کوں اللہ بولنا نہ بولنا اس دو میں ہے | توحید علم مصطفیٰ اے صاحب مقدور بوج (۷۱)

ولی محمد ولی اورنگ آبادی نہ صرف دکنی اردو کے بلند پایہ متغزلیں میں شمار ہوتے ہیں۔اور وہ نہ صرف دکنی اردو کے عظیم المرتبت غزل گو شعراء محمد قلی، غواصی، حسن شوقی، شاہی اور ہاشمی کے جانشین ہیں۔بلکہ اردو شاعری کے دائرے کو وسیع تر کرنے میں انہوں نے ناقابل فراموش خدمات بھی انجام دی ہیں۔ادبی اور لسانی سطح پر ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تین سو سال قدیم دکنی شاعری کی روایت کو شمال سے ملا کر ایک وحدیت میں منسلک کر دیا اور اپنے سفر دہلی کی وجہ سے شمالی ہند میں اردو شاعری کا چراغ روشن کیا۔ان کے کلام میں دکنی غزلیں نہ صرف اپنے نقطۂ عروج پر نظر آتی ہیں بلکہ شمالی ہند کے سفر کے بعد فارسی شاعری کے زندہ اور توانا عناصر کے امتزاج سے انہوں نے اردو شاعری کے دھارے کو ایک نئے رخ کی طرف موڑ کر اس

کے دامن کو وسیع کیا۔

ولی کے کلیات میں دو نعتیہ قصیدے، تین نعتیہ رباعیاں، دو مثنویاں ہیں۔آخر الذکر صنف سخن میں چند نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔ان کی بعض غزلوں کے اشعار میں بھی نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے مخمسات میں بھی نعتیہ عناصر موجود ہیں۔یہاں ان کی غزلوں سے چند نعتیہ اشعار نقل کیے جاتے ہیں ۔

لامکاں پر بنا احمدؐ جو بنا بٹھلایا | تب ملائک نے وہیں صلوا علیکم گایا
حور و غلمان ترانے سوں وہ نغمے بولے | قاب قوسین کا نوشہ تو ہے سب کو بھایا
تھے براتی وہاں آدم سوں لگا تا عیسیٰ | اور جبرئیل امیں گوندھ کے سہرا لایا (۷۱/۱)
حق نے لولاک لما حق میں محمد کے کہا | ان سوا کون سے مرسل نے یہ رتبہ پایا
اسم اللہ دو میم احمد ہے | حق سیتی حق کوں حق نما پایا (۷۲)
خاکساری ہے حق انگے منظور | خاک درگاہ مصطفیٰ کی قسم (۷۳)
ہم کوں شفیع محشر وہ دیں پناہ بس ہے | شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے (۷۴)
مغفرت میں ترے ولی سہل بلا ریب ہے کیوں | نام احمد کا جو لب پر ترے ہر دم آیا (۷۵)

حافظ سید محمد فراقی بیجاپوری ثم ویلوری (م ۱۱۱۴ھ) ولی دکنی کے بے تکلف احباب میں شمار ہوتے تھے۔ولی نے اپنے ایک شعر میں فراقی کے مصرع پر گرہ لگائی ہے (۷۶) اور ایک شعر میں جہاں فراقی کا تذکرہ کیا ہے وہیں اپنے شاعرانہ مرتبے کا فراقی سے تقابل بھی کیا ہے ۔

ترے اشعار ایسے نئیں فراقی | کہ جس پر رشک آوے گا ولی کوں (۷۷)

فراقی دکنی اردو کے ان خوش نصیب سخنوروں میں سے ایک ہیں جن کا ذکر شمالی ہند کے مختلف تذکروں جیسے ''تذکرہ شعرائے اردو'' (میر حسن) ''مخزن نکات'' قائم چاندپوری'' ''مجموعہ نغز'' (قدرت اللہ قاسم) وغیرہ میں ملتا ہے (۷۸)۔مولوی نصیر الدین ہاشمی کا بیان ہے کہ اورنگ زیب عالم گیر کی فتح دکن کے بعد فراقی نے کچھ عرصے تک اورنگ آباد میں قیام کیا اور پھر جنوبی ہند

پہنچ کر ویلور میں سکونت اختیار کرلی (۷۹)۔

فراقی کی ایک ضخیم غیر مطبوعہ مثنوی "مرات الحشر" کے علاوہ دو نعتیں اور چند غزلیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔ کتب خانہ سالار جنگ کی ایک قلمی بیاض میں غزل کی ہیئت میں ایک نعت ملتی ہے جسے مرتب فہرست مخطوطات مولوی نصیر الدین ہاشمی "نظم فراقی" کا عنوان دے کر اس کے اشعار کی تعداد ۴۸ بتائی ہے (۸۰)۔ اس نعت کے ہر مصرعے کو کاتب نے دو حصوں میں لکھا ہے اور یہ غزل ۲۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت شریف میں فراقی اپنے گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری جوانی "مستی" اور "شادمانی" اور میری ہر رات خواب غفلت میں گزر گئی۔ وہ نبی کریم سے استمداد طلب کرتے ہوئے بادہ دیدۂ نم کہتا ہے کہ میری زندگی "حسرت" میں گزر گئی لیکن اب میں نے گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ نبیؐ جی مجھے آپ کا سہارا کافی ہے۔

ہمیشہ مجھ سے عاصی کوں نبی جی آسرا تیرا   جہنم کے خلاصی کوں، نبی جی آسرا تیرا
گنہ سے ہاتھ دھوتا ہوں بدی سوں عمر کھوتا ہوں   دلے نس دن یو روتا ہوں، نبی جی آسرا تیرا
گئی مستی جوانی کی ہوس میں شادمانی کی   زحسرت زندگانی کی، نبی جی آسرا تیرا
گنوایا رات سونے میں سو غفلت کے بچھونے میں   کہ پڑیو خاک جینے میں، نبی جی آسرا تیرا
تو ساقی حوض کوثر کا ملاتی ہور ہر نہر کا   فراقی بھی ہے تجھ گھر کا نبیؐ جی آسرا تیرا (۸۱)

فراقی کی دوسری نعت ۶ ابیات پر مشتمل ہے جس میں شاعر زیارت مدینہ کی آرزو کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں کہتا ہے کہ "میں مدینے میں تولد ہوتا اور محمدؐ کی گلی میں فنا ہوتا تو کیا ہوتا"؟ عبث خوبرویوں کی گلیوں میں عمر صرف کرنے کے بجائے اے دل تو زیارت مدینہ کے لیے جاتا تو کیا ہوتا؟ مجنوں نے ناحق لیلیٰ کو دل دے کر رسوائی مول لی۔ اگر اس نے میرے نبی سے محبت کی ہوتی تو کیا ہوتا؟۔ اے رب ازل کے دین میں میری حیثیت ایک مفلس اور بھکاری کی ہے اور اگر میں نبی کے آستانے کا گدا ہوتا تو کیا ہوتا؟۔ فراقی کو علم منطق اور معانی میں مہارت حاصل ہے اور اگر وہ "علم حدیث مصطفیٰ" میں عبور رکھتا تو کتنا بہتر تھا۔

مدینہ میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا   محمدؐ کی گلی بھیتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا
عبث خوباں کی گلیوں میں عمر تو صرف کرائے دل   مدینے کی زیارت کو گیا ہوتا تو کیا ہوتا
ارے مجنوں ہوا بدنام توں لیلیٰ کوں دل دے کر   اگر میرے نبیؐ کو دل دیا ہوتا تو کیا ہوتا
ازل کے دین میں یارب اگر مفلس بھکاری ہوں   نبیؐ کے آستانے کا گدا ہوتا تو کیا ہوتا
نظر ہے علم منطق ہور معانی میں فراقی کوں   اگر علمِ حدیثِ مصطفیٰ ہوتا تو کیا ہوتا (۸۲)

ان نعتوں کے علاوہ فراقی کی دیگر غزلوں میں بھی ایک نعتیہ شعر ملتا ہے۔

اگر پاکی سیادت کی اچھے تو کام کیا آوے   رو یہ نیک لے ایسا کہ راضی مصطفیٰ اچھنا (۸۳)

فراقی نے ان نعتیہ اشعار میں ایک سچے عاشقِ رسول کی طرح اپنے جذبات اور مشاہدات کی ترجمانی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے نعت گوئی کے فن اور ادب پر بھی مہارت حاصل ہے۔ اول الذکر نعت کی نہ صرف ردیف "نبی جی آسرا تیرا" بولتی ہوئی ہے بلکہ اس میں صنعت مسمط کا التزام و اہتمام کرکے اس میں صوتی جھنکار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے اس میں موسیقیت پیدا ہوگئی ہے۔

مرزا داود بیگ داؔود اورنگ آبادی (متوفی ۱۱۶۸ھ) (۸۴) ایک بلند پایہ صاحب دیوان غزل گو تھے۔ بقول ڈاکٹر خالدہ بیگم وہ سراؔج اورنگ آبادی سے کم پلہ نہ تھے مگر ان کو سراؔج کی سی مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ سراج نے غزلوں کے علاوہ مثنویاں لکھیں اور تصوف و عرفان میں شہرت حاصل کی۔ ان کے عقیدت مندوں اور مریدوں کا حلقہ وسیع تھا۔ داود محض ایک غزل گو شاعر تھے اور ان کی غزلیں اتنی بلند پایہ ہیں کہ ان کی استادی میں اشتباہ کی گنجائش نہیں (۸۵)۔

داؔود نے خود کو جانشین وؔلی یا وؔلی ثانی لکھا ہے اور اپنے کلام میں سراؔج پر چوٹ بھی کی ہے نیز ان کے کلام میں سراؔج کے مقابلے میں دکنی زبان کے عناصر زیادہ ہیں اس لیے قیاس کہتا ہے کہ وہ عمر میں سراؔج سے بڑے تھے (۸۶)۔ داؔود کا شاعرانہ کمال یہ ہے کہ انہوں نے وؔلی کے

کلام سے وسیع پیانے پر استفادہ کیا ہے۔وہ کھلے دل سے ولی کے گن گاتے ہیں اور پیرویٔ ولی ولی کو باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔کئی اشعار میں انہوں نے ولی کے وسیع پیانے پر اثرات قبول کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور خود کو ولی ثانی بھی کہا ہے۔

کہتے ہیں اہل کن اس شعر کوں سن کر تجھ طبع میں داؤد ولی کا اثر آیا
علیؓ کی قسم ہے سن شعر میرا کہے عالم ولی ثانی یہی ہے

جہاں تک دداود اورنگ آبادی کے کلام میں نعتیہ اشعار کا تعلق ہے اردو میں نعت گوئی پر تحقیق کرنے والے کسی محقق نے چاہے وہ ہندوستان کا ہو یا پاکستان کا داؤد کی غزل کے اس پہلو کو اجاگر نہیں کیا حالاں کہ ۱۹۵۸ء میں ''دیوان داؤد'' کی اشاعت عمل میں آچکی تھی۔اور اس کی غزلوں میں جگہ جگہ نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔

گر چاہتے ہو عشق میں ذکرِ صمد کرد احمد کا میم لے کے اسے بھی احد کرو(۸۷)
بعد حمد و ذکرِ اللہ الصمد شغل ہے نعتِ رسول اللہ کا
فرض ہے نعتِ رسول اللہ بعد منقبت کہنا ولی اللہ کا(۸۸)

داؤد کے نعتیہ کلام کے زیادہ تر اشعار میں نعت و منقبت حضرت علیؓ کے مضامین ایک ساتھ ملتے ہیں

بارِ مصطفیٰ سلطانِ لولاک علی برحق امیر المومنیں ہے
کیا دینِ محمد جگ میں روشن علی خورشید رب العلمیں ہے(۸۹)
ہے طفیلِ مصطفیٰ داؤد کوں آسرا تیری شفاعت کا علیؓ(۹۰)
جو نبیؐ و علیؓ کوں جانا دو عارفاں کے نزیک احول ہے(۹۱)
ہوں عندلیب دین محمد کے باغ کا ہیں چار یار میری نظر میں چہار گل(۹۲)
جیوں کتاب حق ہیں چاروں یار بعدِ مصطفیٰ ہے علی مصحف انھوں میں کرشارائے دوست دار
صاحبِ ایماں کوں رکھنے یاد میں جانشین مصطفیٰ کہتا ہوں میں تقریر وار(۹۳)

داؤد کے ہاں صنعت ایہام میں بھی ایک نعتیہ شعر ملتا ہے۔

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتیں مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے(۹۴)

داؤد اورنگ آبادی کے مزید نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

جہاز دل اگر چہ غرق ہے دریائے عصیاں میں میسّر ہے ولے ساحل محمد کی شفاعت کا
سر اوپر جس کے افسر سایۂ اولاد احمد ہے اسے کیا باک ہے داؤد خورشید قیامت کا(۹۵)
ہوں مرید حیدر اے داؤد شکر ہے علی مرشد محمد پیر ہے(۹۶)

شاہ تراب چشتی اٹھارویں صدی عیسوی کے ایک پرگو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ان کا اصل نام تراب علی تھا لیکن انہوں نے شاہ تراب کے نام سے شہرت حاصل کی۔شاہ تراب نے ایک ضخیم دیوان کے علاوہ متعدد منظومات اپنی یادگار چھوڑی ہیں جیسے ''ظہور کلی''، ''من بجھاون''، ''گلزار وحدت''، ''گنج الاسرار''، ''مہہ جبین وملا''، ''گیان سروپ''، ''آئینہ کثرت'' اور مثنوی ''رام چندر اور سیتا دلا رام'' وغیرہ۔اس قادر الکلام شاعر کا تذکرہ نعتیہ شاعری کے کسی بھی محقق نے نہیں کیا۔

شاہ تراب ایک صاحب جذب وحال صوفی تھے معرفت وسلوک نہ صرف ان کی زندگی کا خاصہ ہے بلکہ ان کے شعری اظہار کا ذریعہ بھی۔ان کا دیوان اول تا آخر مسائل تصوف کی ترجمانی کرتا ہے۔ان کی غزلوں میں دیگر صوفی شاعروں کی طرح نعتیہ اشعار کا پایا جانا ایک فطری بات ہے۔یہاں چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

محشر کے معرکے میں تراب دل بے تاب واں تجھ کو نگہباں شہہِ عرب وعجم ہے(۹۷)
تمیز معنیِ اسرارِ وحدت محمد مصطفیٰ شاہِ عرب ہے(۹۸)
کیوں نہ دسے گا گلشن کثرت کا نو بہار وحدت میں آشکار محمد کا نور ہے(۹۹)
جس کی شانِ خاص میں لولاک ہے باعثِ ایجاد تُہہ افلاک ہے(۱۰۰)
لاالہٰ ثبوتِ الا اللہ ہور محمد تو ہے رسول اللہ(۱۰۱)
شرف پایا یک دم سپہر بریں ہوا جو محمد کوں معراج راج(۱۰۲)

جیوں نقطےسیتیں ظاہر حروفات تجھی ہیں　　　نہیں نور احمد اوبالذات نوراللہ(۱۰۳)

ولی دکنی کے بعد سراج اورنگ آبادی قدیم اردو غزل کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ سراج (۱۷۱۵ء۔۱۷۶۳ء) نے غزل کے علاوہ کم وبیش تمام اصناف سخن جیسے قصیدہ ۔مثنوی ۔ رباعی۔ ترجیع بند وغیرہ پر طبع آزمائی کی۔ان کا مزاج صوفیانہ تھا جس کا اثر ان کی شاعری پر بھی پڑا۔یہی سبب ہے کہ ان کے کلام میں کیف ومستی کی حرارت نظر آتی ہے۔ان کی حمد ونعت' منقبت اور غزل میں کہیں کہیں نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔(۱۰۴) نموناً یہاں غزل کی ہیئت میں چند نعتیہ شعر درج ہیں۔

یا محمد تجھ کرم سیں ہوں سدا امید وار　　　جلوۂ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا
توں احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے　　　زیب پایا تجھ صفت سیں ہر ورق قرآن کا
کرشرابِ عشق سیں بیہوش مجھ کوں اے حبیب　　　دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا(۱۰۵)

شاہ قاسم کی ایک اور مکمل نعتیہ غزل ملاحظہ کیجئے ۔

جو دل سے غلام احمدی ہے　　　حق سیں اسے فیض سرمدی ہے
محشر میں سراج کیا خوف مجھے　　　ایمان میرا احمدی ہے(۱۰۶)

شاہ قاسم علی قاسم اورنگ آبادی' سراج کے ہم عصر' قادر الکلام اور صاحب دیوان صوفی مشرب شاعر تھے۔ان کی تاریخ ولادت کا علم نہ ہوسکا۔گمان غالب ہے کہ وہ بارھویں صدی ہجری کے ربع اول میں برہان پور میں پیدا ہوے اور بعد کو اورنگ آباد میں قیام پذیر ہوگئے۔ان کا دیوان کتابت کے لحاظ سے ۱۱۶۰ھ سے قبل مرتب ہو چکا تھا(۱۰۷) شاہ قاسم کی زندگی ہی میں سراج اورنگ آبادی نے وفات پائی ۔

شاہ قاسم علی ہزار افسوس　　　یار ہم درد اٹھ گئے وہ سراج (۱۰۸)

شاہ قاسم کو چشتیہ اور قادریہ دونوں سلسلوں میں بیعت حاصل تھی۔ چشتیہ سلسلے میں وہ حضرت شاہ فقیر علی ارکاٹی (م۱۱۸۷ھ) کے مرید تھے۔جن کا مزار باغ لنگم پلی حیدرآباد میں

موجود ہے(۱۰۹)۔قادریہ سلسلے میں ان کے مرشد شاہ کرم اللہ بخاری تھے۔زبان وبیان کے اعتبار سے شاہ قاسم ولی اور سراج سے بہت قریب ہیں تاہم شاعرانہ کمال کے نقطہ نظر سے وہ مذکورہ شعراء کے مرتبے کو نہیں پہنچتے۔

اردو میں نعتیہ شاعری سے متعلق کسی بھی کتاب میں شاہ قاسم کا تذکرہ نہیں ملتا حالاں کہ ان کے دیوان میں دو نعتیہ غزلوں کے علاوہ متعدد اشعار میں نعتیہ مضامین موجود ہیں ۔

ورد ہر دم اسم رکھ اللہ کا　　　گردہو راہِ رسولؐ اللہ کا
ماسوا اللہ دور کر درد و الم　　　دردرکھ دومرسلِ آگاہ کا
لاالہ کہہ کے الا اللہ کہہ　　　ورد رکھ کلمہ رسولؐ اللہ کا
رکھ سدا ہمراہ دم ہر دم دلا　　　اسم احمد ہمدم درگاہ کا
وہ محمد سرورِ ہر دوسرا　　　مطلع الاعلا کلام اللہ کا
مالک دلہاء عالم الرسل　　　طاہر و اطہر اسد اللہ کا
ہو رسول اللہ ہمارا مدعا　　　گردو محرم حال سرّ اللہ کا (۱۱۰)

زبان کی قدامت کے باوجود شاہ قاسم کے کلام میں سادگی' روانی اور اثر آفرینی موجود ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے شاہ قاسم کے کلام کو بغیر جذبے کی شاعری کہا ہے۔تاہم ان کی غزلوں میں ایسے اشعار کی بھی کمی نہیں جن میں گہرا تاثر' سوز وگداز اور نشتریت پائی جاتی ہے۔دیوان قاسم کے مقدمے میں سخاوت مرزا نے ان کے کلام کا بہترین انتخاب درج کیا ہے۔

ہو تم قبلہ دوجہاں یا محمدؐ　　　شہنشاہِ کون و مکاں یا محمدؐ
مری بزم دل کو کرو جلد روشن　　　اے خورشید راز نہاں یا محمدؐ
کرم کیجیے اب مری بیکسی پر　　　ہو تم تکیۂ بیکساں یا محمدؐ
میں ہوں نقشِ پا کتریں یک تمہارا　　　دو جگ میں دو امن و اماں یا محمدؐ
مجھے تندرست آبروسیں جہاں میں　　　رکھو شاد و خوش نوجواں یا محمدؐ

چھڑاو مجھے غم کی جاں کندنی سیں	کہاں تک رہوں نیم جاں یا محمدؐ
یہ شاہ قاسم کمتریں آج بیکس	تمہیں چھوڑ جاوے کہاں یا محمدؐ (۱۱۱)

شاہ قاسم کی دیگر غزلوں میں بھی متعدد نعتیہ اشعار موجود ہیں یہاں صرف چند شعر نمونتاً پیش کیے جا رہے ہیں۔

قاسم سخن میں مجھ کو عطا ے رسول ہے	نہیں شعر میں میرے کسی استاد کی طرح (۱۱۲)
مرا اب کون ہے قاسم مگر اللہ ہے وارث	بحال بیکسی ہر دم رسول اللہ ہے وارث (۱۱۳)
دین محمدیؐ ہے بدل نقش کالحجر	قاسم علی یوں چاہیے اسلام کی نشست (۱۱۴)
دو جگ کیا ہے ذات محمدؐ کے واسطے	پیدا عدم سیں کام ہے اُس کارساز کا (۱۱۵)
جلوہ گر کیوں نہ ہو عالم میں سخن قاسم کا	ہیں مدد پنجتن و فضل نبیؐ المدنی (۱۱۶)
شاہ قاسم مصطفیٰ کے کمتریں بندوں میں ہے	شیخ عبداللہ انصاری کے فرزندوں میں ہے (۱۱۷)
ہے مجھ پہ فضل خدا مصطفیٰ علی کا کرم	جو کچھ کہ فیض ہے قاسم انو کی ذاتوں سیں (۱۱۸)
یہ فیض و حبِ الٰہی ہے مجھ کو شہ قاسم	کسب کے ساتھ ہوائیں مجھے سخن کا شوق (۱۱۹)
شاہ قاسم پر ہے فضلِ مصطفیٰ	کیوں نہ ہوئے میرے سخن کوں جگ تیں شرف (۱۲۰)

سید شاہ ابوالحسن قربیؔ ویلوری (۱۷۰۹ء۔۱۷۸۶ء) جنوبی ہند کے نامور صوفی اور خواجہ میر دردؔ اور سراجؔ اورنگ آبادی کے ہم عصر تھے۔ قربیؔ نے تصوف اور شاعری ورثے میں پائی تھی۔ ان کے والد سید شاہ عبداللطیف نقوی اپنے عہد کے ایک معروف صوفی اور شاعر تھے۔ قربی نے اپنی ابتدائی روحانی تعلیم انھیں سے حاصل کی اور پھر سلسلۂ قادریہ میں شیخ فخر الدین مہکری کے مرید ہوئے (۱۲۱)۔ قربی فارسی اور دکنی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ان کی اردو تصانیف میں دیوان غزلیات کے علاوہ ''معراج نامہ''، ''نمک نامہ''، ''چکی نامہ''، ''بدعت نامہ'' اور ''ہدایت نامہ'' کا پتہ چلتا ہے۔

جہاں تک قربیؔ کی نعتیہ شاعری کا تعلق ہے۔ اردو میں نعت گوئی کی سبھی تحقیقی کتابیں ان

کے تذکرے سے عاری ہیں۔ دیوان قربی میں ابتدائی دو حمدوں کے بعد تین نعتیہ غزلیں موجود ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے اور ان کے نعتیہ اشعار جذبۂ عشق رسول سے سرشار ہیں۔ یہاں ان کی نعتوں سے چند شعر نمونتاً پیش کیے جاتے ہیں۔

جو جگ منے ہے پیدا، جو چیز ہے ہویدا	ہے اسؐ کے مکھ کی شیدا اواصل ہے دلا کا (۱۲۲)
شاہِ جہاں وہی ہے نورِ عیاں وہی ہے	مقصودِ جاں وہی ہے عشاق بےنوا کا (۱۲۳)
قربیؔ تو بےنوا ہے دل میں تری ہوا ہے	قرباں تراہوا ہے دے قرب اُسے خدا کا (۱۲۴)
ہے محمدؐ حبیب مولا کا	ہے ازل سوں قریب مولا کا
رغبت اس کی متابعت کا کر	مصطفیٰ ہے رفیق مولا کا (۱۲۵)
عین اعیانِ دو عالم ہے محمد مصطفاؐ	ہر موج استقامت ماہ برج اصطفا
دانش مطلق کا منبع یا محمد تونچ ہے	قربیؔ قرباں کو تیرے علم مطلق کر عطا

نعتیہ غزلوں کے علاوہ مناجات میں بھی مدحتِ نبیؐ میں کہے گئے ابیات موجود ہیں دو تین شعر ملاحظہ ہوں۔

محمدؐ کا صدقہ مجھے کر عطا	نہ محروم کر مجہ کرم سوں اتا
یا رسول اللہ یا ہادی الورا	تونچ ہے شمس الضحیٰ بدالدجی
یارسول اللہ احوال تمام	تجہ پہ ظاہر ہے کہوں کیا والسلام (۱۲۶)

مولانا باقر آگاہ ویلوری (م ۱۲۲۰ھ) حضرت شاہ ابوالحسن قربی کے مرید اور شاگرد رشید تھے۔ سیرت طیبہ کے موضوع پر ان کی مثنوی ''ہشت بہشت'' دکنی اردو کی اس موضوع پر لکھی ہوئی دیگر مثنویوں میں سب سے زیادہ وقیع، مبسوط مفصل اور مستند روایات کی حامل ہے۔ ان کی دیگر منظومات میں بھی خاصی تعداد میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں لیکن ان کے ''منتخب دیوان غزلیات'' میں ایک گیارہ اشعار پر مشتمل نعت کے علاوہ غزلوں میں بھی ایک نعتیہ شعر ملتا ہے۔ یہاں نعتیہ غزل کا پہلا اور آخری شعر نقل کیا جاتا ہے۔

اس چہرۂ پُرنور کے جلوے کا اُجالا   اک پل میں اندھیرے کو عدم کے سب اوجالا
بے شک ترا مائدہ اخلاص اوادنیٰ   آگاہ کو اس خوان ستی دے اک نوالا

ایک اور نعتیہ شعر ملاحظہ کیجیے۔

ہمارا مقصد کونین آگاہ   محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ ہے (۱۲۷)

شاہ صادق قادری اورنگ آبادی شاہ عبداللطیف قادری کے مرید تھے۔انہوں نے تصوف کے موضوع پر ایک مثنوی ''شمس العشاق'' تصنیف کی تھی۔مولوی اکبرالدین صدیقی مرحوم نے ''شاہ صادق کا ایک نایاب دیوان'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے (۱۲۸)۔جس کے منتخب اشعار میں دو ایک نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔یہ وہی شاہ صادق ہیں جنھوں نے نے وجیہ الدین وجدی کی شعری صلاحیتوں کو دیکھ کر کسی فارسی مثنوی کو دکنی میں ترجمہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔چناں چہ وجدی نے انھیں کی فرمائش پر ''باغ جاں فزا'' (مخزن عشق) ۱۱۴۴ھ میں تصنیف کی تھی (۱۲۹)۔

قول نبیؐ شریعت فضل نبی طریقت   حال نبی حقیقت دیکھ آئینہ درس کا (۱۳۰)
صادقی قادری یوں کہے حضرت نبیؐ   نزل بلا ہوے جبھی بھاگ خدا کی طرف (۱۳۱)

حضرت **شاہ کمال کڑپوی** (م ۱۱۶۲ھ) اپنے عہد کے ایک عارف کامل اور پُرگو صوفی شاعر تھے۔ان کا دیوان ''مخزن العرفان'' کے عنوان سے ۱۳۳۱ھ میں بنگلور کے مطبع حشمت الاسلام سے شائع ہو چکا ہے۔وہ حضرت شہہ میر کے مرید اور معتقد تھے۔اپنے بیشتر مقطعوں میں انہوں نے اپنے پیر و مرشد کا نام بالالتزام لایا ہے۔شاہ کمال کا دیوان تصوف و عرفان کے مضامین کا گنجینہ ہے۔ان کے معتقدین میں ٹیپو سلطان شہید بھی شامل تھے۔سلطان ٹیپو ہی نے انھیں ''جامیٔ دکن'' کے خطاب سے نوازا تھا۔چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

محمدؐ کی امت میں پیدا کیا سو ہے فضل و احسان الحمدللہ
رحمت خاص حق تعالیٰ کی مصطفیٰؐ کی شفاعت مطلق

یاراں کہو رسولؐ پہ صلوٰۃ الف الف   اصل ہمہ اصول پہ صلوٰۃ الف الف
عالم کے منتہائے عروج اور اللہ کے   اس مبداءِ نزول پہ صلوٰۃ الف الف

(کڈپہ میں اُردو از راہی فدائی ص ۷۰)

سید شاہ غلام عبدالقادر فی الحال (م ۱۲۱۲ھ) کرنولی شاہ صادق، شاہ کمال، شاہ من عرف، اور تراب کے ہم عصر تھے (۱۳۲)۔ان کے والد سید شاہ قدرت اللہ قادری (م ۱۱۸ھ) کرنول کے ایک مشہور صوفی شاعر تھے۔کنگال ان کا تخلص تھا اور اسی مناسبت سے انہوں نے کنگال شاہ کے نام سے شہرت پائی۔شاہ فی الحال نے بھی غالباً ''اپنے والد کے تخلص کی مناسبت سے اپنا تخلص فی الحال اختیار کیا۔شاہ فی الحال نے دیوان غزلیات کے علاوہ درج ذیل مثنویاں اور متفرقات اپنی یادگار چھوڑی ہیں (۱۳۳)۔

۱۔ارشاد نامہ   ۲۔بودنامہ (اول)   ۳۔بودنامہ (دوم)
۴۔پیٹ نامہ   ۵۔چکی نامہ   ۶۔شادی نامہ۔

فی الحال کے دیوان میں ایک نعتیہ غزل کے علاوہ متعدد نعتیہ شعر ہیں۔اس سے قبل بھی ہم ''سوال شغلی جواب فی الحال'' کے عنوان سے فی الحال کے چند نعتیہ اشعار پیش کر چکے ہیں یہاں ان کے کلیات سے مزید چند اشعار درج کر رہے ہیں۔

تجہ حسن کے مصحف منے ہے اسم بسم اللہ کا   نقطے میں اس کے ہے صفت نور رسول اللہ کا (۱۳۴)
قل ھو اللہ ہے صفت ذاتِ رسول اللہ کی   ظاہر و باطن میں ہے کل بھید اسم اللہ کا (۱۳۵)
تو لاھو الا اللہ میں معشوق کا دیدار ہے   تب وصل تجھ کوں ہوے گا احمد حبیب اللہ کا (۱۳۶)
عالم دل میں مصطفیٰؐ پایا   ذات احمد منے خدا پایا (۱۳۷)
خدا مصطفیٰؐ ہور بندہ ہے ظاہر ہر اک شئے منے دیکھ تو اے مرد غافل
تو ہادی کامل سے تحقیق کر لے نہ کر عمر ضائع نہ ہو سنگ و خارا (۱۳۸)
چلے ہم ''تو'' سے ''میں'' میں' میں محمدؐ ہمارا کام ہاتے ہات ہوتا (۱۳۹)

جہاں ہے اسم اللہ کا دیکھو اس میں خدا دستا
اسی کلمے کے کل میانے محمد مصطفیٰؐ دستا (۱۴۰)

کہ دیدارِ خدا ہرگز نہیں اندھے دلاں کے تیں
نبیؐ کے موں کے درپن میں خدا ہی جا بجا دستا

نورِ حق سے ہے محمدؐ، نورِ احمد کل جہاں
جا کے ہے دریا سے نالا ملا تو کیا عجب (۱۴۱)

یا نبیؐ توحید میں ثابت رکھو
سر کیا ہے معرفت کا تاج آج (۱۴۲)

فی صفات اللہ دیدارِ خدا
مصطفیٰؐ فرمائے ہیں اے دین وار (۱۴۳)

جو تھا بے چوں اسی کے تیں یاراں خدا سمجھے
لیا جب میم کا برقعہ تو محمد مصطفیٰؐ سمجھے (۱۴۴)

مرا ہادی رسول مصطفیٰؐ ہے
کہ جس سے راز مطلق کا عطا ہے (۱۴۵)

نبیؐ کی گردِ پا اس چشم دل کو
سدا الحق مرے تیئں حق نما ہے

آخر میں شاہ فی الحال کی ایک نعتیہ غزل کے مزید چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

خدا باقی ہے میں باقی جوں رہبر
جہاں باقی ہے از فیض پیمبر

خدا نیں ہے، محمدؐ نیں ہے، میں نیں
دو عالم نیں ہے، اے مرد قلندر

خدا تحقیق ہے، احمدؐ ہے، میں ہوں
جہاں ہے میں کی صورت میں، منوّر

خدا ہے عین و احمدؐ عین و میں عین
جدا ہو ایک ہے بے شک مقرر

خدا غیر و محمدؐ غیر و میں غیر
دو جگ ہے غیر کی صورت میں اظہر

خدا گنج و محمدؐ گنج و میں گنج
کہ اس میں ہے ہزار و گنج و گوہر

خدا ہے ایک، احمدؐ ایک، میں ایک
یہ تینوں مل جدا ہیں، اے برادر

خدا ہے بھید، احمدؐ بھید و میں بھید
جہاں ہے بھید کا الحق سمندر

خدا ہے پیر و محمدؐ پیر و میں پیر
خصوصاً قدرت اللہ شیخ اکبر (۱۴۶)

محمد قلی قطب شاہ سے فی الحال شاہ تک غزل کی ہیئت میں نعتیہ شاعری کے اس جائزے سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ دکنی شاعری میں از اول تا آخر اگرچہ صنف مثنوی کا بول بالا رہا۔ اس دور میں مختلف النوع موضوعات پر جتنی مثنویاں تخلیق ہوئی ہیں اس کی نظیر اردو شاعری کے کسی بھی

دور میں نہیں ملتی۔ حضور اکرمؐ کی مدحت وثنا، سیرت مبارکہ، آپؐ کی تعلیمات، غزوات، معجزات اور اخلاق وشمائل پر لکھی گئی بے شمار مثنویوں سے قطع نظر دکنی اردو کی تقریباً ہر مثنوی میں حمد کے بعد نعتیہ اشعار کا اہتمام بالالتزام ملتا ہے۔ تاہم مثنویوں اور قصائد کے بعد غزل کی صنف میں بھی نعتیہ شاعری کا بیش بہا وافر ذخیرہ ملتا ہے۔ لیکن کسی نے بھی آج تک اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ سلطان محمد قلی شاہ نے سب سے پہلے غزل کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں اور اس کے علاوہ اس کے ضخیم دیوان کا تقریباً ہر مقطع ''نبیؐ صدقے'' سے شروع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید وششٹ نے ''محمد قلی اور نبیؐ کا صدقہ'' کے عنوان سے مستقل ایک کتاب ہی لکھ دی۔ محمد قلی قطب شاہ کے بعد سلطان عبداللہ قطب شاہ نے اپنے نانا کی تقلید میں نہ صرف نعتیہ غزلیں لکھیں بلکہ اپنے مقطعوں میں بھی ''نبی کے صدقے'' کے الفاظ کا اہتمام بھی کیا۔ نعتیہ غزلوں کی بنیاد بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دربار شاہی میں رکھی گئی تھی تاہم یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ سلاطین سے قبل اردو زبان و ادب کا بیج بونے والے اولیاء اللہ اور درویشوں نے بھی غزل کی ہیئت میں نعتیہ اشعار کہے ہوں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں اور یہ صنف جب خانقاہوں تک پہنچی تو صوفیائے کرام نے جن میں شاہ معظمؔ، قاضی محمود بحریؔ، جان محمد محرمیؔ، شاہ عالم شغلیؔ، سید محمد فراقیؔ، شاہ تراب چشتیؔ، شاہ ابوالحسن قربیؔ، باقر آگاہ، شاہ کمال، شاہ قاسمؔ اور فی الحالؔ شاہ قادری نے بطور خاص دکنی غزل کے سرمایے کو نعتیہ ادب سے مالا مال کر دیا۔

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

حوالے وحواشی:

۱) ڈاکٹر ریاض مجید۔اردو میں نعت گوئی۔اقبال اکادمی لاہور۔۱۹۹۰ء۔ص ۶۷ا۔

۲) ''شام وسحر''۔نعت نمبر شمارہ ۶۔ص ۶۸۔

۳) ''نقوش'' نعت نمبر۔جلد دہم۔ص ۱۶۹۔

۴) ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد فتح پوری۔اردو میں نعتیہ شاعری۔جلد اول۔ص ۱۲۶/ ڈاکٹر ریاض مجید۔اردو میں نعت۔ص ۱۲۶/ ڈاکٹر نسیم الدین فریس۔دکنی ادب کے مطالعے کی جہتیں۔ص ۹۵/ مولوی عبدالحق۔اردو ابتدائی نشو ونما صوفیائے اکرام کا کام۔ص ۲۳/ جمال شریف۔دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔نظر ثانی۔محمد علی آثر۔ص ۶۸/ راجا رشید محمود۔اولیات' نعت۔مشمولہ ''سفیر نعت'' ۲۔ ص۔۱۱۵۔

۵) جمال شریف۔دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔نظر ثانی محمد علی اثر۔ص ۶۴/ راجا رشید محمود۔اولیات نعت۔''سفیر نعت (۲) ص ۱۱۵/ نسیم الدین فریس۔دکنی ادب کے مطالعے کی جہتیں۔ص ۹۳۔

۶) دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔ص ۶۷/ سید شاہ ندیم اللہ حسنی ''شہباز'' (بندہ نواز نمبر)۔مئی ۱۹۶۰ء

۷) دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔ص ۶۷/ نصیر الدین ہاشمی کے چند تحقیقی مضامین۔تاج کمپنی لاہور۔ ۱۳۵۶ھ۔ص ۱۶۔۱۷۔

۸) ڈاکٹر زور۔تذکرۂ اردو مخطوطات (جلد اول) ترمیم واضافہ محمد علی اثر۔ص ۱۲۱/ ڈاکٹر زینت ساجدہ۔دکنی گیت۔مشمولہ عثمانیہ ''دکنی ادب نمبر (۱۹۶۴ء) ص ۲۱۸/ محمد نسیم الدین فریس تحقیقات۔ص ۲۱/ دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔ص ۶۲/ سفیر نعت۔ص ۱۱۵/ اردو میں نعتیہ شاعری۔ص ۱۲۷۔

۹) قاضی اسد ثنائی۔مقالات نعت۔(غیر مطبوعہ)۔

۱۰) پروفیسر مسعود حسین خاں۔محمد قلی قطب شاہ۔ص ۴۵۔

۱۱) تا ۱۵) ڈاکٹر سیدہ جعفر۔کلیات محمد قلی قطب شاہ۔ص ۳۰۴۔۳۰۰

۱۶) محمد قلی قطب شاہ ص ۳۷۔

۱۷) اردو میں نعت ص ۱۸۶۔

۱۸) اردو شاعری میں نعت ص ۱۰۰۔

۱۹) نسیم الدین فریس۔شاہان دکن کی نعتیہ شاعری۔ص ۱۵۔

۲۰) کلیات محمد قلی۔ص ۳۰۲

۲۱) محمد قلی قطب شاہ۔ص ۳۱۔

۲۲) حضرت شاہ سلطان ثانی۔''اردو ادب'' (سہ ماہی) شمارہ (۱) ۱۹۶۸ء۔

۲۳) مخطوطات انجمن ترقی اردو کراچی۔(۴۷) ص ۱۷۵۔

۲۴) دکن میں اردو۔ص ۱۱۶۔

۲۵) دکنی ادب کی تاریخ۔ص ۳۷۔

۲۶۔ دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔ص ۲۹۴۔

۲۶) ایضاً ص ۲۹۶۔

۲۷) دیوان عبداللہ قطب شاہ کو ابتداً پروفیسر سید محمد صاحب نے مرتب کیا تھا۔بعد کو اس کا مرممہ ایڈیشن راقم نے ڈاکٹر عطااللہ کے اشتراک سے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔

۲۸) دکنی ادب کی تاریخ۔ص ۷۰۔

۲۹) ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید۔تنقید شعر۔ص ۱۶۳۔

۳۰) ڈاکٹر جمیل جالبی۔تاریخ ادب اردو۔(جلد اول) دہلی ۱۹۷۷ء۔ص ۴۵۹۔

۳۱) اصغر حسین نظیر لدھیانوی نے اپنے مضمون ''تذکرہ عندلیبان رسول'' میں لکھا ہے کہ ''فراقیؔ'' نے غزل کی ہیئت میں نعت کا آغاز کیا'' شام وسحر'' (نعت نمبر) ص ۲۷۔

۳۲) قطب شاہی دور کا یہ ایک بہت بڑا ادبی سانحہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کا تعمیر کروایا ہوا ''خداداد محل'' جس میں ایک فقید المثال کتب خانہ بھی تھا جل گیا اور اس کے ساتھ ہی اس دور کی متعدد قلمی کتابیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔(بحوالہ علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔ص ۲۵۰)۔

۳۳) ڈاکٹر جمیل جالبی ''دیوان حسن شوقی'' انجمن ترقی اردو۔کراچی (پاکستان)۔۱۹۷۱ء۔ص ۱۳۶۔

۳۴) ابوالنصر محمد خالدی۔کلام معظم۔ادارہ ادبیات اردو۔حیدر آباد۔۱۹۸۰ء میں خالدی صاحب سے اختلاف کرتے ہوئے معظم کی متعدد ریختیوں کی نشاندہی کی ہے اور اس پر تفصیل سے بحث بھی کی ہے۔ص ۱۹۱۔

۳۵) دکنی کلام اور اسلامی تہذیبی تاریخ۔مرتب خواجہ معین الدین بزمی۔حیدر آباد۔

۳۶) کلام معظم۔ص ۷۷۔   ۳۷) ایضاً ص ۸۱۔   ۳۸) ایضاً ص ۳۰۔

۳۹) ایضاً ص ۴۰۔   ۴۰) ایضاً ص ۴۵۔   ۴۱) ایضاً ص ۲۳۔

۴۲) ایضاً ص ۵۰۔   ۴۳) ایضاً ص ۵۵۔   ۴۴) ایضاً ص ۶۶۔

۴۵) ایضاً ص ۱۵۔   ۴۶) ایضاً ص ۲۳   ۴۷) ایضاً ص ۳۳۔

۴۸) ایضاً ص ۶۹۔   ۴۹) ایضاً ص ۷۲۔

۵۰) ڈاکٹر حسینی شاہد۔شاہ معظم۔ص ۱۸۲۔

۵۱) محمد اکبر الدین صدیقی۔بجھتے چراغ۔حیدر آباد ۱۹۷۵ء۔ص ۱۴۲۔

۵۲) ایضاً شاہ صادق کا ایک نایاب دیوان۔ص ۲۲۰۔

۵۳) شاہ معظم۔ص ۳۵۔ ۵۴) ایضاً۔ص ۳۵۔ ۵۵) ایضاً۔ص ۳۹۔

۵۶) شاہ معظم ص ۴۰۔ ۵۷) ایضاً۔ص ۴۰۔

۵۸) ڈاکٹر جمیل جالبی۔تاریخ ادب اردو (جلد اول) دہلی ایڈیشن۔ص ۵۲۱۔

۵۹) ڈاکٹر حفیظ سید۔کلیات بحری۔۱۲۷

۶۰) ڈاکٹر ریاض مجید۔اردو میں نعت گوئی۔اقبال اکادمی۔لاہور (پاکستان) ۱۹۹۰ء۔ص ۲۳۶۔

۶۱) کلیات بحری۔ص ۱۴۹۔ ۶۲) ایضاً ص ۱۵۰۔ ۶۳/۱) ایضاً ص ۱۹۱۔

۶۴) محمد اکبرالدین صدیقی۔بجھتے چراغ۔ص ۱۴۰۔ ۶۵) ایضاً ص ۱۴۶۔

۶۶) ڈاکٹر محمد علی اثر۔دکنی شاعری تحقیق وتنقید۔ص ۸۶۔

۶۷) سب رس۔حیدرآباد۔اکتوبر ۱۹۹۵ء۔

۶۸) دکنی شاعری تحقیق وتنقید۔ص ۸۷۔۹۳۔

۶۹) ڈاکٹر محمد علی اثر۔نوادرات تحقیق۔ص ۱۰۴ و۔۱۱۴۔ ۷۰) ایضاً ص ۱۱۲۔

۷۱) ڈاکٹر وحید کوثر۔دکنی کلیات حضرت فی الحال شاہ قادری کی تنقیدی تدوین۔ص ۱۷۸۔

۷۱/۱) ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد فتحپوری۔اردو شاعری میں نعت۔ص ۱۵۱۔

۷۲) اردو شاعری میں نعت گوئی۔ص ۳۳۴۔ ۷۳) ایضاً ص ۳۳۵۔

۷۴) نورالحسن ہاشمی۔کلیات ولی۔ص ۲۷۴۔

۷۵) ایضاً ص ۵۹۔/ اردو شاعری میں نعت مرتبہ اسمٰعیل آزاد فتح پوری ص ۱۴۷۔

۷۶) ڈاکٹر محمد علی آثر۔تحقیقی نقوش۔ص ۳۳۔ ۷۷) ایضاً ص ۳۳۔ ۷۸) ایضاً ص ۳۱۔

۷۹) دکن میں اردو۔ص ۳۷۵۔

۸۰) نصیرالدین ہاشمی۔فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد ص ۳۹۶

۸۱) تحقیقی نقوش۔ص ۴۹۔

۸۲) اکبرالدین صدیقی۔بجھتے چراغ۔ص ۱۷۶۔ ۸۳) ایضاً۔ص ۱۶۶۔

۸۴) ڈاکٹر خالدہ بیگم۔دیوان داود۔ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد۔۱۹۵۸ء۔

۸۵) ایضاً ص ۳۔ ۸۶) ایضاً ۸۷) ایضاً ص ۶۵۔

۸۸) ایضاً ص ۹۔ ۸۹) ایضاً۔۷۹۔ ۹۰) ایضاً ص ۹۹۔

۹۱) ایضاً ۸۰۔ ۹۲) ایضاً ص۔۴۷۔ ۹۳) ایضاً ۳۷۔

۹۴) ایضاً ص ۶۹۔ ۹۵) ایضاً ص ۱۰۔ ۹۶) ایضاً ص۔۷۸۔

۹۷) ڈاکٹر سلطانہ بخش۔دیوان شاہ تراب۔انجمن ترقی اردو کراچی۔۱۹۸۳ء۔ص ۴۹۴۔

۹۸) ایضاً ص ۴۶۴۔ ۹۹) ایضاً ص ۴۴۳۔ ۱۰۰) ایضاً ص ۳۸۳۔

۱۰۱) ڈاکٹر سلطانہ بخش۔دیوان شاہ تراب۔انجمن ترقی اردو کراچی۔۱۹۸۳ء۔ص ۳۶۳۔

۱۰۲) ایضاً ص ۳۶۱۔ ۱۰۳) ایضاً ۱۹۲۔ ۱۰۴) ایضاً ص ۳۶۲۔

۱۰۴) ڈاکٹر ریاض مجید۔اردو میں نعت گوئی۔ص ۱۴۰۔

۱۰۵) پروفیسر عبدالقادر سروری۔کلیات سراج۔ص ۲۷۹۔

۱۰۶) اردو شاعری میں نعت۔ص ۱۱۵۔ ۱۰۷) ایضاً ص ۱۵۵۔

۱۰۸) سخاوت مرزا۔دیوان قاسم۔انجمن ترقی اردو کراچی۔۱۹۷۵ء۔ص مقدمہ ج۔ ۱۰۹) ایضاً ص ۲۵۔

۱۱۰) سخاوت مرزا کا خیال ہے کہ شاہ قاسم آخر عمر میں حیدرآباد آئے تھے۔اور انہوں نے یہیں وفات پائی۔(دیوان قاسم ص۔ز)

۱۱۱) سخاوت مرزا۔دیوان شاہ قاسم۔ص ۲۔۳۔ ۱۱۲) ایضاً ص ۷۶۔

۱۱۳) ایضاً ص ۶۸۔ ۱۱۴) ایضاً ص ۶۰۔ ۱۱۵) ایضاً ص ۴۷۔

۱۱۶) ایضاً ص ۲۔ ۱۱۷) ایضاً ص ۱۹۱۔ ۱۱۸) ایضاً ص ۱۵۸۔

۱۱۹) ایضاً ص ۱۲۳۔ ۱۲۰) ایضاً ص ۱۰۵۔ ۱۲۱) ایضاً ص ۱۰۰۔

۱۲۲) پروفیسر نجم الہدیٰ۔تصوف اور کلام قربی۔دی آزاد پریس۔سبزی باغ پٹنہ۔۱۹۸۴ء۔ص ۴۸۔

۱۲۳) ایضاً ص ۹۹۔ ۱۲۴) ایضاً ص ۱۰۰۔ ۱۲۵) یضاً ص ۱۰۰۔

۱۲۶) علیم صبا نویدی۔باقر آگاہ ویلوری کے ادبی نوادر۔مدراس ۱۹۹۵۔ص ۸۱۔

۱۲۷) اکبرالدین صدیقی۔بجھتے چراغ۔حیدرآباد۔۱۹۷۵۔ص ۲۲۰۔

۱۲۸) محمد بن عمر۔وجیہہ الدین وجدی۔حیدرآباد۔ص ۱۰۲۔

۱۲۹) بجھتے چراغ ص ۲۲۹۔ ۱۳۰) ایضاً ص ۲۲۱۔

۱۳۱) ڈاکٹر وحید کوثر۔دکنی کلیات شاہ فی الحال قادری۔دہلی۔۲۰۰۶ء۔ص ۳۱۔

۱۳۲) ایضاً ص ۳۲۔ ۱۳۳) ایضاً ص ۸۳ ۱۳۴) ایضاً ص ۱۸۴۔ ۱۳۵) ایضاً ص ۱۸۴۔

۱۳۶) ایضاً ص ۱۰۶۔ ۱۳۷) ایضاً ص ۸۳۔ ۱۳۸) ایضاً ص ۹۱۔ ۱۳۹) ایضاً ص ۹۳۔

۱۴۰) ایضاً ص ۹۵۔ ۱۴۱) ایضاً ص ۱۳۴۔ ۱۴۲) ایضاً ص ۱۰۶ ۱۴۳) ایضاً ص ۱۴۳۔

۱۴۴) ایضاً ص ۱۰۷۔ ۱۴۵) ایضاً ص ۱۰۸۔۱۰۷۔

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

ہدیۂ تشکر

- پروفیسر شاہ حسین نہری
- ڈاکٹر نسیم الدین فریس
- ڈاکٹر فاروق شکیل
- ڈاکٹر م۔ ق۔ سلیم
- جناب محمد ذکی الدین لیاقت
- جناب علیم صبا نویدی
- ڈاکٹر راہی فدائی
- جناب اسد ثنائی
- جناب محمد افسر خاں

www.facebook.com/Naat.Research.Centre
www.sabih-rehmani.com/books

Midhat-e-Rasool-e-Akram ﷺ

Deccani Ghazloun Main

by

Prof. Mohd Ali Asar

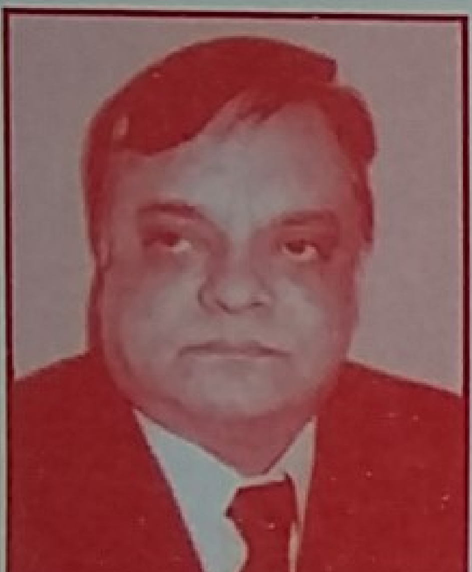

مصنف کی نئی کتابیں

۱۔	اللہ جل جلالہٗ (مجموعہ حمد و نعت)	2007
۲۔	تحقیقات و تاثرات	2008
۳۔	مثنوی پندِ دل بند	2008
۴۔	مثنوی نجات نامہ	2008
۵۔	ملک الشعراء غواصی کا نایاب کلام	2009
۶۔	انتخابِ کلام داؤد	2009
۷۔	انتخاب محمد قلی قطب شاہ	2009
۸۔	"کلیاتِ شغلی" (بہ اشتراک ڈاکٹر نسیم الدین فریس)	(زیرِ طبع)
۹۔	انکشافات	(")
۱۰۔	دکنی متون	(")